ماہنامہ

آہنگ

۱۹۴۸ سے مسلسل اشاعت

اکتوبر 2024

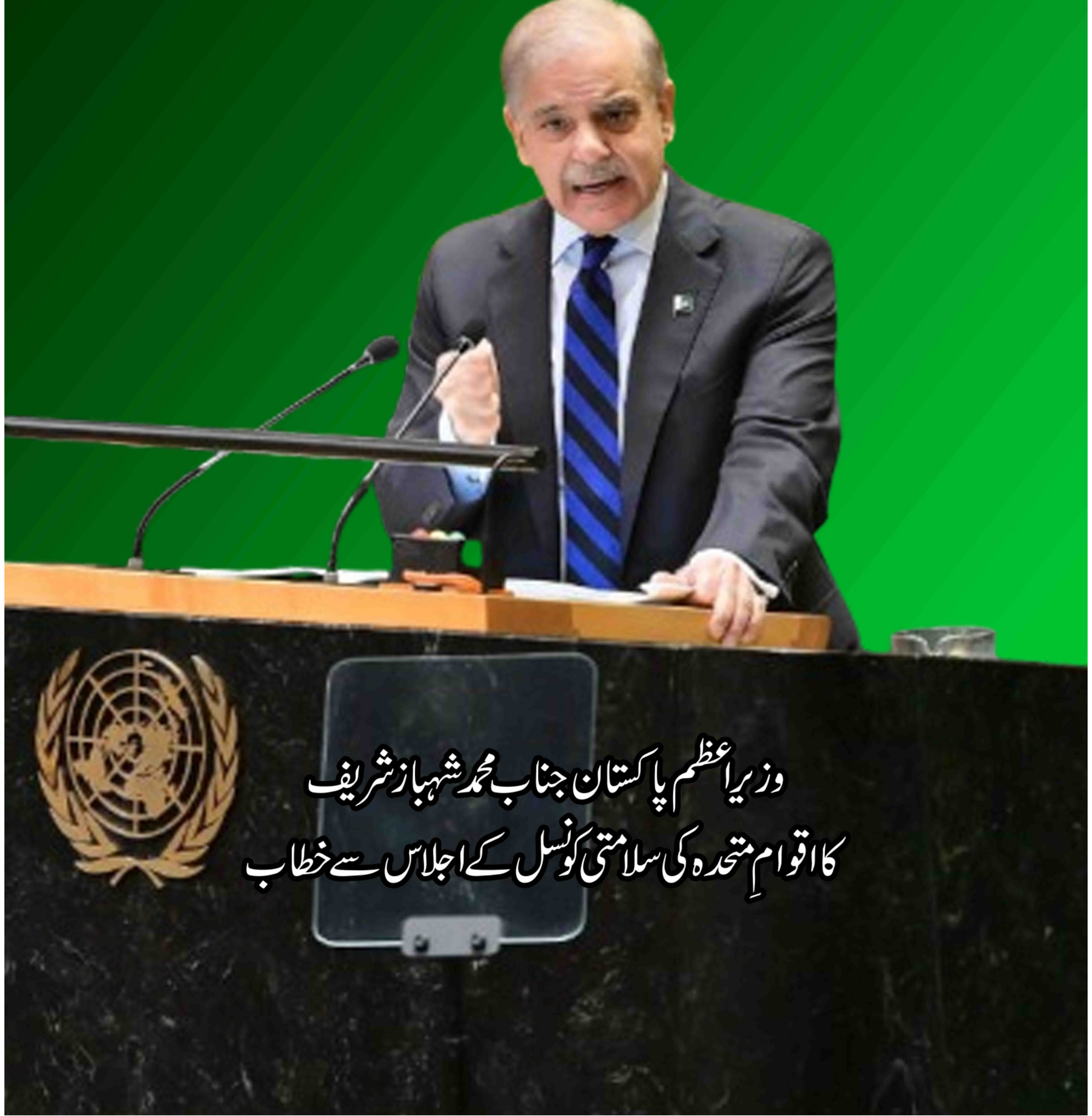

وزیرِاعظم پاکستان جناب محمد شہباز شریف
کا اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس سے خطاب

اداریہ

ربیع الاوّل کا مبارک مہینہ۔۔۔اِس مبارک مہینہ میں درود و سلام کی صدائیں ملک بھر سے سنائی دیتی رہیں اور جشنِ عید میلاد النبی ﷺ دھوم دھام سے منایا گیا۔ہم وہ خوش قسمت لوگ ہیں جنہیں نبی پاک ﷺ کی امت ہونے کا شرف حاصل ہے۔ریڈیو پاکستان نے اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے پاکستان ٹیلی ویژن کی شراکت سے کُل پاکستان مقابلۂ نعت خوانی کی پُر وقار محفل کا اہتمام کیا۔حضرت محمد ﷺ کے جشنِ ولادت باسعادت کے موقع پر ہم مسلمانوں پر فرض ہے کہ ہم اپنی زندگی کے ہر شعبہ میں آپ ﷺ کی سیرتِ طیبہ سے رہنمائی حاصل کریں اور ایک سچا مسلمان بننے کی کوشش کریں۔اللہ ہم سب کو اِس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

27 ستمبر بروز جمعہ وزیراعظم جناب محمد شہباز شریف نے اقوامِ متحدہ کی جنرل اسمبلی کے 79 ویں اجلاس سے قومی، علاقائی اور عالمی امور کا احاطہ کرتے ہوئے نہایت متاثر کُن، مدلّل اور جامع خطاب کیا۔وزیراعظم جناب محمد شہباز شریف نے دہشتگردی، موسمیاتی تبدیلی، اسلامی فوبیا کے عالمی مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لیے عالمی برادری کی اجتماعی کاوشوں کی ضرورت پر زور دیا۔آپ نے اپنے خطاب میں بالخصوص غزہ کی المناک صورتحال اور جموں و کشمیر کے عوام کی حقِ خودارادیت کے لیے طویل جدوجہد کا ذکر اور بھارت کے یکطرفہ اور غیر قانونی اقدامات کی شدید مذمت کی۔ جنرل اسمبلی سے وزیراعظم کی حیثیت سے یہ اُن کا دوسرا خطاب تھا۔

آٹھ اکتوبر۔۔۔زلزلے سے متاثرین سے ہمدردی کا دن۔۔۔وہ دن جس نے تمام پاکستانی قوم کو یکجان بنا دیا۔جب پوری قوم اسلامی جذبے اور اَخوت کا نشان بن کر زلزلے سے متاثرہ بہن بھائیوں کی مدد کے لیے ہمہ وقت تیار رہی۔ایسے قدرتی آفات میں ہی قوم کے احساسات اور جذبات اُبھر کر اپنے بہن بھائیوں کی مدد کیلئے سامنے آتے ہیں اور اس پرکھ سے ہی قومیں بنتی ہیں۔ریڈیو پاکستان ہمیشہ کی طرح اپنے زلزلہ زدگان بہن بھائیوں کے اُس مشکل وقت میں لمحہ بہ لمحہ اُن کا دَم ساز رہا۔

27 اکتوبر۔۔۔یومِ سیاہ کے طور پر منایا جاتا ہے۔حکومتِ پاکستان اور عوام یہ دن اپنے کشمیری بہن بھائیوں کے ساتھ یکجہتی کے طور پر مناتا ہے۔ہماری ملی، اخلاقی اور مذہبی ذمہ داری ہے کہ کشمیریوں کے حقِ خودارادیت کے حصول تک اپنے کشمیری بھائیوں کے ہمنوا اور اخلاقی، قانونی، سفارتی سطح پر مددگار رہیں اور دنیا بھر میں مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کا درد محسوس کرتے ہوئے اُسے عالمی سطح پر اٹھائیں تاکہ ظالم اور مظلوم کے درمیان ایک لکیر قائم ہو۔

سرپرستِ اعلیٰ
عنبرین جان
نگرانِ اعلیٰ
سعید احمد شیخ
نگران
راحیلہ تسنیم
فخر عباس
مدیرِ اعلیٰ
افشاں نگار
مدیرہ
میمونہ شمیل
معاونت
امان اللہ سپرا
عاقل خان
محمد انعام الحق
کمپوزنگ
رابعہ شبیر احمد

قیمت -/500 روپے

فہرست اکتوبر 2024

☆عزمِ نو۔۔۔۔
صدرِ مملکت جناب آصف علی زرداری اور وزیراعظم پاکستان جناب محمد شہباز شریف کے 6 ستمبر کے حوالے سے پیغامات — رپورٹ: ضمیر اشرف — 3-4
وزیراعظم پاکستان جناب محمد شہباز شریف کے اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں خطاب — رپورٹ: چوہدری ضمیر اشرف — 05
سیرۃ النبی ﷺ سیمینار — رپورٹ: اعظم خان نیازی — 07
☆کُل پاکستان سالانہ مقابلۂ نعت خوانی 2024ء۔۔۔۔ — وقاص توفیق خان — 08
☆مضامین۔۔۔۔
لیاقت علی خان — افشاں نگار — 10
راجہ امیر احمد خان آف محمود آباد — ناصر علی خان — 12
خواجہ ناظم الدین — آہنگ ڈیسک — 13
حکیم محمد سعید، سماجی شخصیت — بینش صدیقہ — 14
27 اکتوبر (یومِ سیاہ) — غزالہ فصیح — 15
جذبۂ دل — خالد محمود — 17
☆علم و دانش۔۔۔۔
بہزاد لکھنوی — عمران منور اعوان — 18
بیدل فقیر صوفی شاعر — افشاں نگار — 19
☆اندازِ سُخن۔۔۔۔
قمر جلالوی (اپنے وقت کا عظیم شاعر) — آہنگ ڈیسک — 20
صبا اکبر آبادی — 21
☆صدائے عالم۔۔۔۔
تخفیفِ غربت کا عالمی دن — سبین حیات — 22
سفید چھڑی کے تحفظ کا عالمی دن — 23
اقوامِ متحدہ کا عالمی دن — صدف رانی — 24
خواتین میں چھاتی کے سرطان کے حوالے سے آگہی مہم کا عالمی دن — 25
☆ سیاحت۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔
ایسٹ انڈیا کمپنی افسروں کی تحریروں میں مذکورہ کچھ دلچسپ حقائق — محمد سعید شیخ — 26
☆ہم تو آواز ہیں۔۔۔۔
رپورٹ محفلِ نعت کراچی — 29
آزاد کشمیر ریڈیو مظفر آباد کی سالگرہ — خالد محمود — 30
ریڈیو پاکستان مٹھی کی اُنیسویں سالگرہ — 31
FM101 لاہور کی سالگرہ — ذیشان احمد — 32
FM101 اسلام آباد کی سالگرہ — محمد اظہر — 33
FM101 کراچی کی سالگرہ — 34
FM101 ملتان کی سالگرہ — 35
ہم تم کو نہیں بھولے (شاکرہ صدیقی شخصی خاکہ) — بینا صدیقی — 36
☆فن اور فنکار۔۔۔
رشیدہ بیگم — ابصار احمد
نیر سلطانہ (اداکارہ) — 38
خواجہ خورشید انور (موسیقار) — ڈاکٹر امجد پرویز — 39
☆بچوں کا آہنگ۔۔۔۔
اچھا بچہ — سید سجاد رضوی — 40

صدرِ مملکت کا یومِ دفاع کے موقع پر پیغام

چوہدری ضمیر اشرف

صدرِ مملکت جناب آصف علی زرداری نے یومِ دفاع کی مناسبت سے جاری اپنے پیغام میں غازیوں اور شہداء کو خراجِ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہا کہ یومِ دفاع ہمیں ملکی خودمختاری کے دفاع کی جانب غیر متزلزل قومی عزم کی یاد دلاتا ہے۔ پاکستان کو نقصان پہنچانے کا دشمن کا خواب چکنا چور کرنے والے بہادر سپوتوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں۔

آصف زرداری نے کہا کہ مسلح افواج قومی خودمختاری اور ملکی سالمیت کو درپیش چیلنجز سے نمٹنے کیلئے ہمہ وقت تیار ہیں۔ ہماری افواج دفاعی ساز وسامان سے لیس، پیشہ ورانہ مہارت کی حامل ہیں۔ افواجِ پاکستان ملک کو تمام چیلنجوں سے بچانے کیلئے پُرعزم ہیں۔ آج پاکستان کو بہت سے خطرات اور سیکیورٹی چیلنجز کا سامنا ہے۔ صدرِ مملکت کا کہنا تھا کہ دہشت گردی کی کارروائیوں کیلئے دشمن ممالک پاکستان مخالف عناصر کی حمایت کرکے ملک کو نقصان پہنچانے پر تلے ہوئے ہیں۔ ہماری مسلح افواج اور قانون نافذ کرنے والے ادارے دہشت گردوں کو شکست دینے کے لیے پوری طرح سے تیار ہیں۔ دہشت گردی کی لعنت کو ختم کرنے کے لیے اپنی سیکیورٹی فورسز کے ساتھ ہیں۔ انہوں نے اپنے بیان میں مزید کہا کہ پاکستان خطے میں امن واستحکام، تمام پڑوسیوں کے ساتھ پُرامن بقائے باہمی کا خواہاں ہے۔ کشمیری عوام کی حالتِ زار کا ازالہ کرکے ہی خطے میں دیرپا امن ممکن ہے۔ کشمیری عوام کو بھارتی مسلح افواج کے ہاتھوں غیر قانونی تسلط، دہشت گردی کا سامنا ہے۔ مقبوضہ جموں وکشمیر کی خودمختار حیثیت کی منسوخی نے مسئلہ کو مزید گھمبیر بنا دیا ہے۔ بھارت کشمیری عوام کے حقِ خودارادیت سے متعلق سلامتی کونسل کی قراردادوں پر عمل درآمد کرے۔ صدرِ مملکت نے کہا کہ آج ہم اپنے بہادر بیٹوں کے عزم، استقلال اور جذبۂ حُب الوطنی کی یاد مناتے ہیں۔ ہم دفاعِ وطن کے مقدس فریضے کی تکمیل میں مسلح افواج کے ساتھ اپنی غیر متزلزل حمایت کا عہد کرتے ہیں۔

(نیوز اینڈ کرنٹ افیئرز چینل)

وزیراعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان
محمد شہباز شریف کا یومِ دفاع پر پیغام

چوہدری ضمیر اشرف

پاکستان کی تاریخ میں 6 ستمبر انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ ہر سال اِس دن، پاکستانی قوم یومِ دفاع بڑے ولولے اور احترام سے مناتی ہے۔ ہم سب مادرِ وطن کے بیٹوں اور افواجِ پاکستان کے عظیم سپوتوں کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہیں جنھوں نے 6 ستمبر 1965ء کو ہماری سرحدوں پر حملہ آور دشمن کے خلاف بے خوفی سے لڑتے ہوئے اُسے شکستِ فاش دی۔ دشمن کے اِس غیر اعلانیہ حملے اور عددی برتری کے باوجود افواجِ پاکستان کی بیداری اور تیاری کی بدولت تمام محاذوں پر ہزیمت اور عبرت ناک شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ گزشتہ 59 سال سے افواجِ پاکستان ہردم تیار اور پیشہ ورانہ صلاحیتوں اور حربی تیاریوں کا مظاہرہ کرکے جذبۂ یومِ دفاع کو زندہ رکھے ہوئے ہیں جو ہمارے دفاع اور استقلال کی علامت بن چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قوم ہر چیلنج میں سرخرو ہوئی ہے۔

بلاشبہ ہماری افواج کا حوصلہ، فرض اور لگن ہی پاکستان کی سلامتی کی بنیاد ہے۔ اُن کی قربانیوں کی بدولت ہم ایک آزاد اور خودمختار مملکت میں زندگی گزار رہے ہیں۔ مَیں شہداء کے خاندانوں کو خراجِ عقیدت پیش کرتا ہوں جن کا جذبہ اور حوصلہ ہمیں محفوظ اور مضبوط پاکستان کی تعمیر کا عزم بخشتا ہے۔ جدید ترین حربی صلاحیتوں سے لیس ہماری مسلح افواج اپنی علاقائی سالمیت اور خودمختار تشخص کو ناقابلِ تسخیر بنانے کے لیے اپنی استعداد میں مسلسل اضافہ کررہی ہیں۔ ہماری حکومت تصادم، مکالمے اور ٹکراؤ کی بجائے تعاون اور شراکت داری پر یقین رکھتی ہے۔ ہمارا مقصد ایسی سازگار فضا پیدا کرنا ہے جہاں تمام اقوام ترقی کریں ،غربت، بیماری اور جہالت جیسے مشترکہ مسائل حل کرنے پر توجہ دیں۔ بدقسمتی سے مسئلہ کشمیر کا حل نہ ہونا خطے میں قیامِ امن اور ترقی کی راہ میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ تقسیمِ برصغیر کا نامکمل ایجنڈا ہے جسے کشمیری عوام کی اُمنگوں اور اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردوں کے مطابق استصوابِ رائے کے ذریعے فوری حل کرنے کی ضرورت ہے۔ اِس کے ساتھ ساتھ ہمسایوں سے اُٹھنے والی دہشتگردی کی جڑوں کو باہمی تعاون اور مشترکہ مفاد کی حکمتِ عملی کے ذریعے اُکھاڑنے کی ضرورت ہے۔ آج کے دن، مَیں آپ کے لیے اُمید اور عزم کا پیغام دیتا ہوں۔ یاد رکھیں، ہمارا ماضی بحیثیت قوم مشکلات پر قابو پانے کی صلاحیت کا گواہ ہے۔ ہر بار، ہم مضبوط تر اور عسکری اعتبار سے سخت جان ہوکر اُبھرے ہیں۔ آج کے دن ہمیں اسی عزمِ مصمم سے کام لینا ہوگا جو ہمیشہ ہماری پہچان رہا ہے۔ "عزمِ استحکام" کے تحت نظرثانی شدہ نیشنل ایکشن پلان کا مقصد تمام اقسام کی دہشت گردی بشمول ڈیجیٹل دہشت گردی کو ہمیشہ کے لیے جڑ سے اُکھاڑ پھینکنا ہے۔ ضرورت اِس اَمر کی ہے کہ ہم سب مل کر ایک خوشحال پاکستان کی راہ ہموار کریں۔ پاکستان فلسطینی عوام کے ساتھ مضبوطی سے کھڑا ہے۔ ہم ہر پلیٹ فارم پر اپنی آواز فلسطین کے لیے بلند کرتے رہیں گے۔ فلسطینی عوام نے اسرائیلی قبضے کے خلاف اپنی طویل جدوجہد میں ناقابلِ یقین جرأت کا مظاہرہ کیا ہے۔ ہم عالمی برادری سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ فلسطینی شہریوں کے تحفظ کو یقینی بنائے اور غزہ میں بے گناہ مسلمانوں کی نسل کشی بند کرے۔ مَیں شہداء اور غازیوں کے خاندانوں کو بھی سلام پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ شہداء کے درجات بلند کرے اور اُن کے اہل وعیال کو جرأت اور ہمت عطا فرمائے۔ آیئے ! شہداء کے جذبے کو اپنے دلوں میں بسا کر پاکستان کا تحفظ اور تعمیر کریں اور جذبۂ دفاعِ پاکستان کو بیدار کرتے ہوئے عظمت کی بلندیوں کو چھولیں۔

افواجِ پاکستان زندہ باد، پاکستان پائندہ باد!

(نیوز اینڈ کرنٹ افیئرز چینل)

وزیراعظم جناب محمد شہباز شریف کا اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے اجلاس میں خطاب

وزیراعظم جناب محمد شہباز شریف نے بھارت پر زور دیا ہے کہ وہ اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں کے مطابق تنازعہ کشمیر کو حل کرنے کیلئے بامقصد مذاکرات کا راستہ اختیار کرے۔انہوں نے نیویارک میں اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کے اناسی ویں (79) اجلاس میں کہا کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادیں جموں وکشمیر کے لوگوں کو اُن کے بنیادی حقِ خودارادیت کے استعمال کے قابل بنانے کے لیے رائے شماری کا حکم دیتی ہیں۔وزیراعظم نے بھارت پر زور دیا کہ وہ 5اگست 2019ء کے یکطرفہ اور غیر قانونی اقدام کو واپس لے۔شہباز شریف نے کہا کہ بھارت اپنی فوجی صلاحیتوں کو بڑے پیمانے پر توسیع دینے میں مصروف ہے۔اِس کا جنگی نظریہ ایٹمی ہتھیاروں کے ماحول میں اچانک حملے اور محدود جنگ پر محیط ہے۔

وزیراعظم نے واضح کیا کہ پاکستان بھارت کی کسی بھی جارحیت کا انتہائی فیصلہ کن جواب دیگا۔انہوں نے کہا کہ بھارت نے صبروتحمل کا مظاہرہ کرنے کی بجائے بغیر سوچے سمجھے باہمی تزویراتی طریقہ کار کی پاکستان کی تجاویز کو مسترد کردیا ہے۔اسکی قیادت نے اکثر اوقات لائن آف کنٹرول پار کرنے اور آزاد کشمیر پر قبضہ کرنے کی دھمکی دی ہے۔

بھارت کے غیر قانونی زیرِ قبضہ جموں وکشمیر میں بھارتی مظالم اور انسانی حقوق کی سنگین خلاف ورزیوں کا حوالہ دیتے ہوئے وزیراعظم نے کہا کہ بھارت کو پائیدار امن کے حصول کیلئے 5اگست 2019ء سے اب تک کے تمام یکطرفہ اور غیر قانونی اقدامات واپس لے کر اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی قراردادوں اور کشمیریوں کی اُمنگوں کے مطابق تنازعہ جموں وکشمیر کے پُرامن حل کیلئے مذاکرات کرنے چاہئیں۔

انہوں نے کہا کہ پاکستان بھارت کے غیر قانونی قبضے کے خلاف کشمیری عوام کی جائز جدوجہد کی حمایت جاری رکھے گا۔

وزیراعظم محمد شہباز شریف نے فلسطین کو فوری طور پر اقوامِ متحدہ کا مکمل رُکن تسلیم کرنے پر زور دیا۔انہوں نے کہا کہ ہم فلسطینی عوام کا جاری قتلِ عام فوری طور پر بند کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔انہوں نے بین الاقوامی برادری پر زور دیا کہ وہ وحشیانہ اسرائیلی مظالم کا بہادری سے مقابلہ کرنے والے فلسطینیوں کا ساتھ دے۔وزیراعظم نے کہا کہ بے گناہ فلسطینی عوام کا خون ہرگز رائیگاں نہیں جائیگا۔عالمی برادری کو فلسطین کے مسئلے کے دو ریاستی حل کے ذریعے مشرق وسطی میں پائیدار امن کیلئے کام کرنا چاہیے۔

شہباز شریف نے کہا کہ ہم انیس سو سڑسٹھ کی سرحدوں کے مطابق محفوظ، متحد اور خود مختار فلسطینی ریاست کے قیام کا مطالبہ کرتے ہیں جس کا دارالحکومت القدس الشریف ہو۔

لبنان میں حالیہ اسرائیلی حملوں کا ذکر کرتے ہوئے شہباز شریف نے کہا کہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں پر عمل درآمد میں ناکامی نے اسرائیل کے حوصلے بلند کیے ہیں اور اِس سے پورے مشرقِ وسطی میں جنگ کا خطرہ بڑھ گیا ہے جس کے نتائج سنگین ہو سکتے ہیں۔

موسمیاتی تبدیلی کے خطرات کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہوئے شہباز شریف نے کہا کہ دو سال قبل تباہ کن سیلاب نے پاکستان میں تباہی مچائی تھی جس کے باعث تیس ارب ڈالر کا نقصان ہوا۔انہوں نے کہا کہ دنیا میں کاربن کے اخراج میں پاکستان کا حصہ ایک فیصد سے بھی کم ہے پھر بھی پاکستان نے اِس کی بھاری قیمت چکائی ہے۔

وزیراعظم نے کہا کہ پاکستان موسمیاتی مالی مدد میں ایک سو ارب ڈالر سے زائد کے نئے سالانہ ہدف سمیت پائیدار ترقیاتی اہداف اور موسمیاتی اہداف کے حصول کیلئے ترقیاتی شراکت داروں کی جانب سے کئے گئے مدد کے وعدوں کی تکمیل کا خواہاں ہے۔ملکی معاشی صورتحال کا ذکر کرتے ہوئے محمد شہباز شریف نے کہا کہ حکومت نے مشکل مگر ضروری فیصلے کر کے ملک کو معاشی تباہی سے بچا لیا۔حکومتی اقدامات کی بدولت مالیاتی خسارہ کم اور زرِمبادلہ کے ذخائر مستحکم ہوئے جبکہ مہنگائی بھی سنگل ڈیجٹ پر آ گئی ہے۔

وزیراعظم نے کہا کہ چین پاکستان اقتصادی راہداری کے دوسرے مرحلے کا کامیابی سے آغاز کیا گیا ہے۔خصوصی سرمایہ کاری سہولت کونسل کے ذریعے حکومت انفراسٹرکچر، قابلِ تجدید توانائی، معدنیات اور زراعت میں سرمایہ کاری کو راغب کر رہی ہے۔

دہشتگردی پر بات کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بدقسمتی سے پاکستان کو ایک بار پھر دہشت گردی کی ایک نئی لہر کا سامنا ہے۔ٹی ٹی پی، بی ایل اے، مجید بریگیڈ اور فتنہ الخوارج کو دہشتگردانہ کارروائیوں کیلئے غیر ملکی معاونت حاصل ہے۔وزیراعظم نے قوم کی مدد سے اِس خطرے سے نمٹنے کے عزم کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ عزمِ استحکام کے ذریعے امن و سلامتی یقینی بنائیں گے۔محمد شہباز شریف نے یقین دلایا کہ پاکستان دہشت گردی سے نمٹنے اور انسدادِ دہشت گردی کے عالمی ڈھانچے میں اصلاحات کے لیے عالمی برادری کے ساتھ مل کر کام کرے گا۔وزیراعظم شہباز شریف نے اپنی تقریر میں کہا کہ افغان عبوری حکومت اپنی سرزمین پر موجود دہشت گرد گروپوں کا خاتمہ کرے۔افغانستان میں موجود داعش، القاعدہ اور فتنہ الخوارج امن کے لیے خطرہ ہے۔انہوں نے یہ بھی کہا کہ پاکستان اقوامِ متحدہ کے چارٹر پر عمل درآمد کے لئے پُرعزم ہے۔

تصویری جھلکیاں

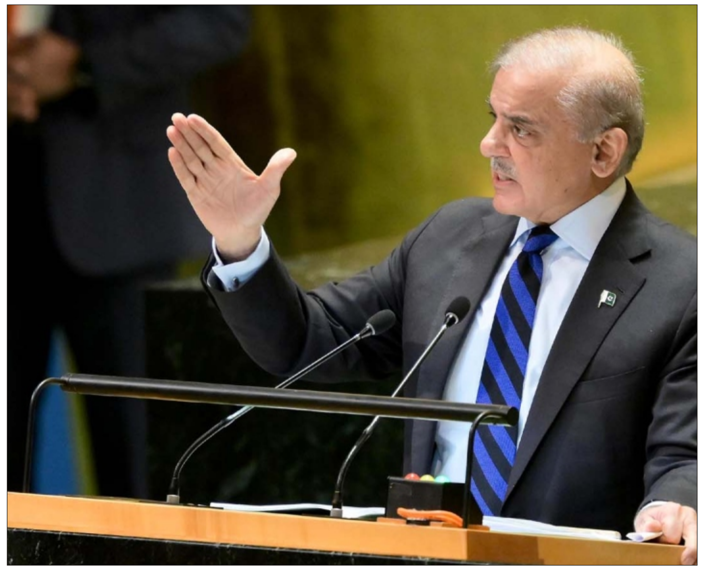

سیمینار ”حضورِ اکرم ﷺ بحیثیتِ پیغمبرِ انسانیت“

رپورٹ: اعظم خان نیازی

ریڈیو پاکستان نے اپنی روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اِس سال بھی ربیع الاول کے ماہِ مبارک میں محسنِ انسانیت حضورِ اکرم ﷺ کی شخصیت اور سیرتِ مبارکہ کے آفاقی پہلوؤں کو اُجاگر کرنے کے لیے یکم تا 12 ربیع الاول 1446 ہجری خصوصی سیمیناروں کا سلسلہ ترتیب دیا اور اِس سال اِن سیمینارز کا موضوع تھا "حضورِ اکرم ﷺ بحیثیتِ پیغمبرِ انسانیت"۔

اِس موقع پر ریڈیو پاکستان اسلام آباد کے اسٹیشن ڈائریکٹر جناب فخر عباس شاہ، ڈپٹی کنٹرولر جناب بلال احمد رانا، پروگرام منیجر ڈاکٹر اسرار احمد کولاچی و دیگر اعلیٰ عہدیداران کے ساتھ ساتھ مختلف شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والے افراد کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔

ریڈیو پاکستان اسلام آباد نے "تزکیۂ نفس" کے ذیلی موضوعات پر اِن سیمیناروں کے سلسلے کا آخری سیمینار 12 ربیع الاول کو سہ پہر 3 بجکر 30 منٹ پر نشر کیا۔ قومی نشریاتی رابطے پر نشر ہونے والے اِس سیمینار کی میزبانی کے فرائض منیر احمد زاہد نے سرانجام دیے جبکہ معروف عالمِ دین ڈاکٹر طاہر صدیق بطور مقالہ نگار اِس سیمینار میں شریک ہوئے اور چیئرمین قومی رحمت اللعالمین اور خاتم النبیین اتھارٹی، جناب خورشد ندیم اِس سیمینار کی صدارت کے منصب پر فائز تھے۔

سیمینار کے مقالہ نگار جناب ڈاکٹر طاہر صدیق نے حضرت محمد ﷺ کی عظمت اور تزکیۂ نفس کے لیے آپ ﷺ کی تعلیمات کی اہمیت پر تفصیلی گفتگو کی۔ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی شخصیت، سیرت اور اُن کی تعلیمات انسانیت کے لئے رہنمائی کا روشن مینار ہیں اور اُن پر عمل پیرا ہونے سے روح کی پاکیزگی حاصل کی جا سکتی ہے۔

سیمینار کے صدر جناب خورشید ندیم نے بھی حضرت محمد ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے کی اہمیت کو اُجاگر کیا۔ انہوں نے کہا کہ اگر ہم آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل کریں تو نہ صرف دنیا میں بہتری لائیں گے بلکہ آخرت میں بھی کامیاب ہوں گے۔

سیمینار کے اختتام پر شرکاء نے مہمانوں سے سوالات کیے جن کے جوابات مہمانوں نے حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں دیے۔ یہ سیمینار نہ صرف علمی حیثیت رکھتا تھا بلکہ روحانی اعتبار سے بھی بہت متاثر کُن ثابت ہوا۔

(ریڈیو پاکستان اسلام آباد)

کُل پاکستان سالانہ مقابلۂ نعت خوانی 2024

وقاص توفیق خان

ربیع الاوّل کے مقدس اور مبارک موقع پر ریڈیو پاکستان اور پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن کے باہمی اشتراک سے 12 ستمبر 2024ء کو نیشنل براڈکاسٹنگ اسلام آباد کے عالیشان زیڈ-اے بخاری آڈیٹوریم میں کُل پاکستان سالانہ مقابلۂ نعت خوانی کی تقریب کا انعقاد کیا گیا۔ اِس بابرکت تقریب کی مہمانِ خصوصی وفاقی سیکرٹری برائے اطلاعات و نشریات محترمہ عنبرین جان تھیں جبکہ مہمانانِ گرامی میں ڈائریکٹر جنرل ریڈیو پاکستان جناب سعید احمد شیخ، مینجنگ ڈائریکٹر پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن جناب سید مبشر توقیر شاہ، ڈائریکٹر پروگرامز پاکستان ٹیلی ویژن کارپوریشن جناب سیف الدین اور اسٹیشن ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان اسلام آباد جناب فخر عباس شاہ شامل تھے اور اِس مقابلے کی میزبانی کی ذمہ داری سبوح سید نے نبھائی۔

قومی سطح کی اِس تقریب میں چاروں صوبوں بشمول گلگت بلتستان، آزاد کشمیر اور وفاقی دارالحکومت اسلام آباد کے صوبائی مقابلوں میں اوّل پوزیشن حاصل کرنیوالے نعت خوانوں نے حصہ لیا اور بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں اپنا اپنا ہدیۂ نعت پیش کیا۔ اس مقابلۂ نعت خوانی کے منصفین کے عہدے پر معروف نعت خواں محترمہ سلمیٰ خان، ثنا خواں جناب وقار حسین مدنی اور سابق ڈائریکٹر پروگرامز ریڈیو پاکستان جناب ڈاکٹر سید الطاف احمد شاہ فائز تھے۔

یہ سالانہ کُل پاکستان مقابلۂ نعت خوانی چار مراحل پر مشتمل تھا۔ پہلے مرحلے میں پندرہ برس سے کم عمر کے لڑکوں اور دوسرے مرحلے میں پندرہ برس سے کم عمر کی لڑکیوں نے نعتِ رسولِ مقبول ﷺ پیش کیں جبکہ تیسرے اور چوتھے مرحلے میں اور پندرہ برس سے زائد اور پچیس برس سے کم عمر کے لڑکوں اور لڑکیوں نے آپ نبی مکرم ﷺ کے حضور ہدیہ نعت پیش کیا۔

پندرہ سال سے کم عمر کے لڑکوں میں کوٹلی آزاد کشمیر کے شایان اسلام نے پہلی پوزیشن، بلوچستان کے رحمت اللہ نے دوسری اور پنجاب کے حسان حسین سلطانی نے تیسری پوزیشن حاصل کیا اور پندرہ سال سے کم عمر کی لڑکیوں میں پنجاب کی آمنہ عامر نے پہلی، آزاد کشمیر کی عائشہ محبوب نے دوسری اور خیبر پختونخوا کی کشمالہ اعجاز نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔

پندرہ سال سے زائد اور پچیس سال سے کم عمر کے لڑکوں میں پنجاب کے علی حنین نے پہلی، آزاد کشمیر کے ارسلان فاروق نے دوسری جبکہ خیبر پختونخوا کے دانیال احمد نے تیسری پوزیشن حاصل کی۔

پندرہ سال سے زائد اور پچیس سال سے کم عمر کی نعت خواں لڑکیوں میں سندھ کی سمعیہ نور پہلے نمبر پر رہیں، پنجاب کی مسکان زہرہ دوسرے جبکہ خیبر پختونخوا کی عجوہ بتول تیسرے نمبر پر رہیں۔

اِس پُر وقار تقریب کے آخر میں سیکرٹری برائے اطلاعات و نشریات محترمہ عنبرین جان اور ریڈیو پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل سعید احمد شیخ نے پوزیشن حاصل کرنیوالوں اور حصہ لینے والے نعت خوانوں میں نقد انعامات اور سرٹیفکیٹس تقسیم کئے۔

سالانہ کُل پاکستان مقابلۂ نعت خوانی 2024ء کے تمام مراحل میں پہلی پوزیشن حاصل کرنیوالوں کو پچاس پچاس ہزار روپے، دوسری پوزیشن حاصل کرنیوالوں کو پینتیس ہزار روپے جبکہ تیسری پوزیشن حاصل کرنیوالوں کو پچیس پچیس ہزار روپے کے نقد انعامات دیئے گئے اور دیگر تمام شرکاء کو پندرہ پندرہ ہزار روپے کے نقد انعامات دیئے گئے۔ مقابلے میں شریک تمام شرکاء کو نقد انعامات کے ساتھ ساتھ سرٹیفکیٹس بھی دیئے گئے۔

ماہِ ربیع الاول کی مناسبت سے منعقد کیے جانے والے اِس سالانہ قومی نعتیہ مقابلے کو ریڈیو پاکستان کے قومی نشریاتی رابطے اور پاکستان ٹیلی ویژن پر پورے ملک میں بیک وقت نشر کرنے کے ساتھ ساتھ سوشل میڈیا پر بھی براہِ راست نشر کیا گیا۔ ریڈیو پاکستان کی جانب سے اِس تقریب کے پروڈیوسرز عرفان مقبول رانا اور اعظم خان نیازی تھے جبکہ نگران پروگرام منیجر ڈاکٹر اسرار احمد کولاچی، ایگزیکٹو پروڈیوسر بلال احمد رانا، نگرانِ اعلی اسٹیشن ڈائریکٹر فخر عباس شاہ اور سرپرست ڈائریکٹر جنرل ریڈیو پاکستان جناب سعید احمد شیخ تھے۔

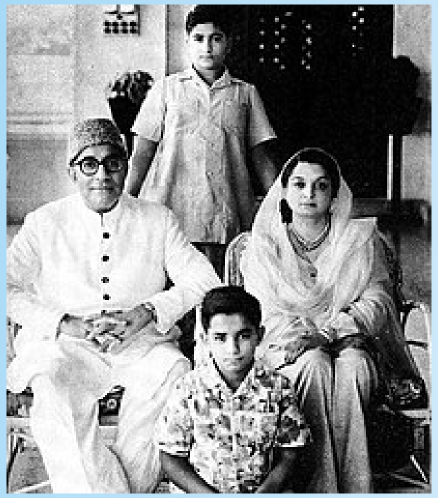

شہیدِ ملت لیاقت علی خان

افشاں نگار

پاکستان کے پہلے وزیرِاعظم شہیدِ ملت لیاقت علی خان نے کرنال کے ایک متمول گھرانے میں آنکھ کھولی۔ آپ رُکن الاولہ شمشیر جنگ نواب رستم علی خان مرحوم کے دوسرے بیٹے تھے۔ لیاقت علی خان کے مورثِ اعلیٰ تقریباً 500 سال پہلے ایران سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ اُن کا سلسلۂ نسب نوشیرواں عادل سے ملتا ہے۔ نواب رستم علی خان کی جاگیر کا کچھ حصہ یوپی میں تھا اور نواب اکثر وہیں رہتے تھے۔ اس لئے لیاقت علی خان نے بھی اپنا بچپن یوپی میں گزارا۔ ابتدائی تعلیم گھر میں پائی۔ 1918ء میں آپ نے ایم۔اے۔او کالج علی گڑھ سے بی۔اے کیا۔ یہی کالج بعد میں یونیورسٹی بنا۔ آپ کے بزرگوں کا خیال تھا کہ انڈین سول سروس میں شامل ہو جائیں لیکن لیاقت علی خان کو یہ بات پسند نہ آئی۔ چنانچہ اپنے بزرگوں کو قائل کر کے اعلیٰ تعلیم کیلئے انگلستان چلے گئے۔ 1923ء تک انگلستان میں قیام کے دوران ہی آپ نے سیاست میں حصہ لینا شروع کیا اور انڈین سوسائٹی کے صدر منتخب ہو گئے۔ انگلستان سے واپسی کے بعد آپ نے یوپی میں رہائش اختیار کی اور تعلیمی، معاشرتی اور اصلاحی کاموں میں دلچسپی لینے لگے۔ 1926ء میں لیاقت علی خان یوپی اسمبلی انتخابات میں حصہ لیا اور اسمبلی کے رُکن منتخب ہو گئے۔ چھ سال تک اسمبلی کے نائب صدر کی حیثیت سے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ اُن دنوں لیاقت علی خان یوپی میں ڈیموکریٹک پارٹی کے رہنما تھے۔ اُس وقت مرکزی اسمبلی میں قائداعظم محمد علی جناح ڈیموکریٹک پارٹی کے لیڈر تھے۔ اِس دوران قائداعظم مسلم لیگ کے صدر بن گئے اور اُن کی زیرِ قیادت آل انڈیا مسلم لیگ ہندوستان میں تاریخی کردار ادا کرنے کیلئے مسلسل آگے بڑھنا شروع ہوئی۔ لیاقت علی خان بھی مسلمانوں کے حقوق کی جنگ میں حصہ لینے کیلئے آل انڈیا مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ جلد ہی اپنی صلاحیتوں سے آل انڈیا مسلم لیگ میں ایک مقام بنا لیا۔ 1937ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل منتخب ہوئے۔ آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری جنرل کی حیثیت سے بھی آپ نے بھرپور محنت سے قائداعظم محمد علی جناحؒ کے اعتماد کو مزید پختہ کیا۔ قائدِ ملت لیاقت علی خان کا شمار اُن ہستیوں میں ہوتا ہے جو پاکستان کیلئے پیدا ہوئیں اور پاکستان کیلئے زندہ رہیں اور اپنی جان عزیز پاکستان ہی کے لئے قربان کی۔ آپ تعمیرِ پاکستان کے حوالے سے ملک کے صفِ اوّل کے اکابرین میں سے تھے۔ آپ قائداعظم محمد علی جناحؒ کے دستِ راست اور آل انڈیا مسلم لیگ کے سیکرٹری ہونے کے ساتھ ساتھ بابائے قوم محمد علی جناحؒ کے معتمدِ خاص تھے۔ آپ فطرتاً خاموش طبع اور مفتی انسان تھے۔ آپ کے دل میں قوم کا گہرا درد تھا۔ لیاقت علی خان کو ظاہرداری، تصنع اور منافقت سے سخت نفرت تھی۔

1946ء میں عبوری حکومت میں جب آپ وزیرِ خزانہ نامزد ہوئے تو علی گڑھ کا اولڈ بوائے ہونے کی حیثیت سے وائس چانسلر اور ڈاکٹر ضیاالدین احمد نے انہیں ظہرانہ دینے کا اہتمام کیا۔ اِس ضمن میں لیاقت علی خان کے سیکرٹری نواب صدیق لکھتے ہیں کہ

''ڈاکٹر صاحب نے اِس موقع پر ہم کو بھی مدعو کیا تھا۔ وزیرِ خزانہ لیاقت علی خان نے سب پر واضح کر دیا تھا کہ سفر بغیر ٹکٹ کے نہیں ہوگا۔ سردار عبدالرب نشتر جو وزیرِ مواصلات تھے وہ بھی ہم سفر تھے۔ ڈبے میں خاصا ہجوم ہو گیا تھا جن میں وائسرائے کی کابینہ کے ممبران، اراکینِ اسمبلی اور ممبر کونسل آف اسٹیٹ بھی شامل تھے۔ ٹی ٹی سی اور دیگر ریلوے افسران ممتاز لیگی رہنماؤں سے ملنے اور دیکھنے کیلئے جنکشن پر ڈبے میں داخل ہوئے۔ لیاقت علی خان کو مذاق سوجھا۔ انہوں نے ایک ٹی ٹی سے کہا کہ اب ملاقات ختم ہوئی۔ آپ ڈیوٹی پر ہیں اور ریلوے ممبر کو ٹکٹ چیک کر کے اپنی کارگزاری دکھائیں۔ اُس نے ہم سب کے ٹکٹ چیک کئے ۔ انہوں نے مذاق کے پردے سے نہ صرف خود کو بلکہ تمام آل انڈیا مسلم لیگی رہنماؤں کا کردار بلند کر دیا کہ باوجود وزارت میں ہونے کے وہ اپنی جیب سے

ٹکٹ لے کر سفر کرتے تھے۔

شہیدِ ملت نواب زادہ لیاقت علی خان نے شدید نا مساعد حالات میں آل انڈیا مسلم لیگ کو منظّم کیا۔ وزارتِ عظمٰی کے عہدے کا تقدس بحال رکھا۔ بلا امتیاز خدمات سرانجام دیں اور ملک وقوم کی خاطر جان کا نذرانہ پیش کیا۔ اُن کا مقدس خون پاکستان کے اُفق پر ہمیشہ چمکتا رہے گا جو 16 اکتوبر 1951 ء میں راولپنڈی کے کمپنی باغ (لیاقت باغ) میں بہا۔ لیاقت علی خان کے آخری الفاظ ''خدا پاکستان کی حفاظت کرے'' اُس وقت تک کانوں میں گونجتے رہیں گے جب تک، قیامت تک پاکستان قائم ہے۔ (انشاءاللہ)۔

چند سو روپے کا بینک بیلنس جو انہوں نے اپنے اہلِ خانہ کیلئے چھوڑا اُن کی ایماندارانہ زندگی اور عظیم کردار کا ایک مثبت ثبوت ہے۔ انہوں نے ریاستی خزانے ذاتی اغراض کی بجائے قومی ترقی پر خرچ کرنے کی ایک مثال قائم کی۔ لیاقت علی خان وہ واحد رہنما تھے کہ جنہوں نے ہندوستان میں جائیداد چھوڑی اور کبھی اپنی املاک کا معاوضہ طلب نہ کیا۔

تحریکِ پاکستان کی تاریخ پر نظر ڈالیں تو نواب لیاقت علی خان کی سیاسی سوجھ بوجھ، بے لوثی، گفتار اور کردار میں جرأت اور انتظامی صلاحیتوں کی فروانی کے متعدد مظاہرے دکھائی دیتے ہیں۔ انہوں نے شدید نا مساعد حالات میں آل انڈیا مسلم لیگ کی ایسے خطوط پر تنظیم کی کہ وہ نہایت مختصر عرصہ میں مسلمانانِ ہند کی نمائندہ ترجمان جماعت کے طور پر شناخت کی جانے لگی۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ نے مطالبۂ پاکستان کی منظوری کے بعد نواب زادہ لیاقت علی خان کی غیر معمولی انتظامی صلاحیتوں اور عوام میں ہر دل عزیزی کے پیشِ نظر ہی انہیں پاکستان کا پہلا وزیراعظم بنانے کے فیصلے کی تائید کی۔ وہ پاکستان کے پہلے وزیرِ دفاع بھی تھے اور انہوں نے اپنی دو حیثیتوں میں ایک نا قابلِ تسخیر مثالی رہنما ہونے کا ثبوت فراہم کیا۔ ایک نوزائیدہ ملک کا پہلا وزیراعظم بننا کوئی آسان کام نہ تھا۔ مگر قائدِ ملت نے اپنے آپ کو اِس کام کا اہل ثابت کیا۔ انہوں نے ایک مخلص محبِّ وطن کے مضبوط اِرادے کے ساتھ اِن دشوار ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھایا۔ آزادی کے تقریباً ایک سال بعد جب ہم بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناح سے محروم ہو گئے تو لیاقت علی خان کی ذمہ داریاں دہری ہو گئیں۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ قائدِ ملت لیاقت علی خان ہر لحاظ سے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے ایک لائق جانشین تھے۔ قائدِ ملت لیاقت علی خان بلاشبہ ایک شہید تھے۔ اُن کی گھانی موت ایک عظیم قومی المیہ تھا۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ کی وفات کے 10 دن بعد 21 ستمبر 1948 ء کو اپنی ایک نشری تقریر میں انہوں نے فرمایا کہ

''میں نے قائداعظم محمد علی جناح کی بارہ برس کی رفاقت میں چند چیزیں سیکھی ہیں جنہیں میں بہت اہمیت دیتا ہوں، اول یہ کہ اپنی زبان سے کبھی وہ بات نہ کہو جس پر تم پوری طرح عمل پیرا ہونے کے لئے تیار نہ ہو۔ دوسرے کبھی اپنے ذاتی تعلقات یا ذاتی رجحانات کو قوم کے مفاد کے سلسلے میں دخل انداز نہ ہونے دو بلکہ جو چیز پاکستان اور قوم کیلئے بہتر ہو تم راستی پر ہو تو دشمن سے خواہ وہ کتنا ہی طاقت ور کیوں نہ ہو، ہرگز مرغوب نہ ہو۔''

قائدِ ملت لیاقت علی خان نے پاکستان کے لئے سب کچھ قربان کر دیا۔ آج وہ ہم میں نہیں لیکن اُن کی زندگی کے انمٹ نقوش ہمارے دلوں پر نقش ہیں۔

تحریکِ پاکستان کے رہنما

راجہ امیر احمد خان آف محمودآباد

ایک دردمند سیاستدان

ناصر علی خان

راجہ امیر احمد خان بھارت کے ایک بڑے جاگیردار خاندان کے چشم و چراغ تھے اور قائداعظم محمد علی جناحؒ کے معتمد رفقاء میں سے تھے۔ اُنھوں نے سیاسی بصیرت بانیٔ پاکستان قائداعظمؒ سے حاصل کی۔ راجہ امیر احمد خان 1937 ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کے سرگرم رُکن بن گئے۔ اُسی سال یعنی 1937 ء ہی میں آل انڈیا سٹوڈنٹس فیڈریشن کی تشکیل کی اور مسلم نوجوانوں کو تحریکِ پاکستان سے روشناس کرایا۔ قیامِ پاکستان کے کچھ عرصہ بعد آپ کراچی آ گئے۔ سیاسی انتشار سے دل برداشتہ ہو کر عراق چلے گئے اور پھر لندن میں سکونت اختیار کی۔

راجہ امیر احمد ریاست محمودآباد کے والی تھے جو لکھنؤ سے تقریباً 30 میل دور ایک اکثریتی ریاست تھی۔ کہتے ہیں کہ اُن کے والد مہاراجہ علی محمد خان نے ایک دفعہ کانپور مسجد کی حادثے میں گرفتار ہونے والے مسلمانوں کی ضمانت کے طور پر اپنی پوری ریاست پیش کر دی تھی۔ لوگوں نے کہا بھی ''آپ بلا امتیاز سب کی ضمانت دے رہے ہیں۔ اُن کی اکثریت سے آپ واقف بھی نہیں ہیں'' تو آپ نے کہا ''ایک مسلمان کو بچانے کے لیے میری ریاست ختم ہو جائے تو میں اسے معمولی سمجھوں گا اور یہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں۔ اِن کے تحفظ کے لیے میں اپنی جان اور آن کے لیے بھی خطرہ مول لے سکتا ہوں ریاست کیا چیز ہے''۔ راجہ امیر احمد خان بھی آخر اُنہی کے بیٹے تھے۔ اُنہوں نے تحریکِ پاکستان میں بڑھ چڑھ کر نہ صرف کام کیا بلکہ دِل کھول کر اپنی دولت لٹائی جس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ گاندھی، جواہر لال نہرو، مولانا محمد علی، مولانا حسرت موہانی، مولانا شوکت علی، چوہدری خلیق الزمان غرض کہ ہندوستان کا ہر شعلہ بیاں مقرر آپ کی رہائش گاہ ''قیصر باغ''، لکھنؤ میں محفلوں کو گرماتے۔ جب راجہ امیر احمد محمودآباد نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار کی تو یہ ایک قِسم سے گورنر 'سر ہینری بیگ' کے ساتھ ٹکر لینے کے مترادف تھا۔ یہی وجہ تھی کہ آپ کو بلا کر دھمکی دی گئی کہ اگر آپ نے مسلم لیگ نہ چھوڑی تو آپ کی ریاست ضبط کر لی جائے گی لیکن آپ پر اِس کا کوئی اثر نہ ہوا بلکہ شعلۂ آتش اور تیز ہو گیا۔ آپ کو لوگوں کی خدمت میراث میں اپنے والد مہاراجہ محمد علی خان سے ملی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ راجہ صاحب ایک طرف جہاں مسلم لیگ کا تمام خرچہ برداشت کرتے تھے تو دوسری طرف ذاتی طور پر بے کس اور لاچار لوگوں کی مدد بھی کیا کرتے تھے۔ لوگوں کی خدمت کا جذبہ ایسا تھا کہ جب راجہ امیر احمد آف محمودآباد کے بیٹے سلیمان میاں صاحب کی ولادت ہوئی تو لوگوں نے جشن منانے کا مشورہ دیا مگر آپ نے عجیب انداز میں اِس نعمت کا شکر ادا کیا۔ آپ نے ریاست کی تمام 24 تحصیلوں سے ایسے آدمیوں کی فہرست منگوائی جو موتیا کے مرض کا شکار تھے۔ آپ نے اِس فہرست کے مطابق لگ بھگ 1158 مریضوں کو اپنے علاقے کے کیمپوں میں ٹھہرایا اور تمام لوگوں کا مفت آپریشن (جو اُس وقت کے آنکھوں کے مشہور ڈاکٹر تھے) سے کروایا۔

راجہ امیر احمد قائداعظم محمد علی جناحؒ کے دست راست تھے۔ آپ نے قیامِ پاکستان کے سلسلہ میں مالی، اخلاقی مدد فراہم کرنے میں بہت مثبت کردار ادا کیا۔ آپ کی قیامِ پاکستان کی جدوجہد میں بے لوث جذبے اور صلاحیتوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے مسلم لیگ کا خزانچی مقرر کیا۔ یہ قائداعظم محمد علی جناحؒ کا اعتماد بھی تھا کہ وہ کئی سال تک خزانچی کے فرائض انجام دیتے رہے۔ آپ نے ہر سطح پر برصغیر کے مسلمانوں اور اُن کے لیے ایک علیحدہ وطن کے قیام میں بھرپور طریقے سے حصہ لیا۔ آپ نے تعلیم اور فلاح کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہ امیر احمد ہی تھے جنہوں نے لکھنؤ یونیورسٹی کا خیال پیش کیا اور اُس کی بنیاد رکھی اور لکھنؤ یونیورسٹی کے قیام کے لیے ایک لاکھ روپے کی رقم عطیہ کی۔ آپ کو 1906 ء میں سر سید احمد خان کے ایم اے او کالج کا ٹرسٹی مقرر کیا گیا اور جب 17 دسمبر 1920 ء کو ایم اے او کالج کو علی گڑھ یونیورسٹی کا درجہ دیا گیا تو راجہ صاحب کو پہلا وائس چانسلر مقرر کیا گیا۔ جولائی 1964 ء میں راجہ امیر احمد نے کراچی میں سراج الدولہ کالج کے نام سے ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا اور 1966 ء اپنے صاحبزادے راج کمار سلیمان میاں کی اعلیٰ تعلیم کے حصول کیلئے عازمِ لندن ہوئے۔

لندن میں اُنہیں اسلامک کلچر سینٹر کی سربراہی کی پیشکش ہوئی جس کا قیام حکومتِ برطانیہ اور حکومتِ مصر کے درمیان ایک معاہدے کے تحت عمل میں آیا تھا۔ راجہ صاحب مئی 1968 ء میں اِس ادارے سے وابستہ ہو گئے۔ 1969 ء میں جب یحییٰ خان پاکستان کے صدر اور چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر بنے تو انہوں نے راجہ صاحب کو برطانیہ میں پاکستان کے سفیر، لگ بھگ اِس کے مساوی کسی عہدے پر خدمات انجام دینے کے لیے آمادہ کرنا چاہا مگر راجہ صاحب نے یہ بھی انکار کر دیا۔ ایک ایسا شخص جس نے پاکستان کے قیام کے لیے اپنے روز وشب اور اپنی بے پناہ دولت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے مسلسل جدوجہد کرتے رہے، وہ دیارِ غیر میں سیاسی صورتحال پر دلگرفتہ رہے۔ اِس موقع پر نہ کوئی اُن کی حوصلہ افزائی کرنے والا تھا اور نہ دلاسہ دینے والا۔

13 اکتوبر 1973 ء کو انہیں دل کا شدید دورہ پڑا۔ انہیں فوری طور پر ہسپتال پہنچایا گیا لیکن وہ چوبیس گھنٹے سے زیادہ زندہ نہ رہ سکے اور 14 اکتوبر 1973 ء کو 59 برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ راجہ صاحب کی میت ایک خصوصی طیارے کے ذریعے لندن سے تہران لائی گئی اور انہیں حضرت امام علی رضا کے مقبرے کے احاطے میں سپردِ خاک کر دیا گیا۔

خواجہ ناظم الدّین

آہنگ ڈیسک

خواجہ ناظم الدّین ایک انتہائی مخلص، شریف النفس اور دیانتدار شخص تھے۔ اُنہیں نہ عہدے کا لالچ تھا اور نہ ہی دنیاوی چیزوں سے کچھ خاص رغبت تھی۔ وہ ایک دردمند دل کے مالک سچے مسلمان تھے جن کے دل میں مسلمانوں کی خدمت کا جذبہ موجزن تھا۔ وہ قابل شخصیت کے حامل نہایت بُردبار انسان تھے۔ اُنہیں سیاسی زندگی میں کئی مشکلات کا سامنا رہا لیکن وہ ہمت اور جواں مردی سے ہر مرحلے سے گزرے۔ خواجہ ناظم الدّین اپنے قائد بانیٔ پاکستان قائداعظم محمد علی جناحؒ اور پارٹی کے ساتھ بے حد مخلص رہے، یہی وجہ تھی کہ تمام لوگ اُنہیں بے حد عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ قائداعظم محمد علی جناحؒ اور تحریکِ پاکستان کے دوسرے رہنما اُن کے خلوص، لگن اور شرافت کے دل سے معترف تھے اور اُن پر بہت اعتماد کرتے تھے۔ خواجہ ناظم الدّین 1894ء میں ایک مشہور خاندان میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم گھر پر حاصل کی۔ آپ کا شمار بہت ذہین طلباء میں ہوتا تھا۔ آپ نے علی گڑھ میں تعلیم حاصل کی اور علی گڑھ کے بعد آپ مزید تعلیم کے لیے کیمبرج یونیورسٹی تشریف لے گئے۔ آپ صرف حصولِ علم ہی میں اپنے ساتھیوں سے آگے نہ تھے بلکہ کھیل کے میدان میں بھی کسی سے کم نہ تھے۔ پاکستان آکر آپ نے باقاعدہ عملی زندگی میں قدم رکھ دیا۔ آپ 1923ء سے 1929ء تک ڈھاکہ یونیورسٹی کی مجلسِ انتظامیہ کے رُکن رہے۔ اِس کے بعد 1932ء سے 1934ء تک اسی مجلس کے صدر بھی رہے۔ آپ 1937ء میں صوبائی وزیرِ داخلہ بنے اور مئی 1938ء میں بنگال ایگزیکٹو کونسل کے رُکن بھی نامزد ہوئے اور اِس اعزاز کے ساتھ ہی خواجہ ناظم الدّین نے قیامِ پاکستان سے پہلے مسلمانانِ بنگال کی فلاح و بہبود اور خصوصاً فروغِ تعلیم کے لیے ایک خاص کردار ادا کیا۔ کونسل کا ممبر بننے کے بعد آپ نے اپنی تمام زندگی سیاست کے لیے وقف کر دی۔

خواجہ ناظم الدّین ایک منجھے ہوئے سیاست دان تھے۔ اُنہوں نے تحریکِ پاکستان میں بھرپور حصہ لیا۔ آپ 1930ء کی دہائی میں مسلم لیگ میں شامل ہوئے اور آخردم تک اُسی سے وابستہ رہے۔ 1935ء میں بنگال میں مسلم لیگ کی تنظیمِ نو کی ذمہ داری قائداعظم محمد علی جناحؒ نے خواجہ ناظم الدین کے سپرد کی۔ آپ نے قائداعظم محمد علی جناحؒ کی ہدایات کے مطابق 1937ء میں ہونے والے انتخابات کے لیے بنگال میں مسلم لیگ کی تنظیمِ نو کی۔ اپنی لگن، وفا اور مخلص ہونے کی بِنا پر آپ اُس وقت قائداعظم محمد علی جناحؒ کے قریبی اور انتہائی قابلِ اعتماد ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ آپ قائداعظمؒ کے ساتھ آخر وقت تک رہے۔ قیامِ پاکستان کے بعد 15 اگست 1947ء کو آپ کو مشرقی پاکستان کا پہلا وزیرِ اعلیٰ بننے کا شرف حاصل ہوا۔ قیامِ پاکستان کے بعد مملکتِ پاکستان اور اِس کی حکومت کو جن مصائب اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا اُس کڑے وقت میں خواجہ ناظم الدّین نے اپنی فہم وفراست اور سیاسی بصیرت کی بدولت پاکستان کی جی جان سے خدمت کی جس کی بدولت تمام عام وخواص آپ کی صلاحیتوں کے معترف ہو گئے۔ قیامِ پاکستان کو ابھی صرف ایک سال اور چند دن ہوئے تھے کہ قائداعظم محمد علی جناحؒ وفات پا گئے۔ ایسے کڑے وقت میں قائداعظم محمد علی جناحؒ کا رخصت ہو جانا مسلمانوں کے لیے قیامتِ صغریٰ سے کم نہ تھا۔ ایسے میں اربابِ حل وعقد کی نگاہیں کسی ایسی شخصیت کے متلاشی تھیں کہ جو اِس کڑے وقت میں ساتھ دے سکے۔ آخر سب کی نگاہیں خواجہ ناظم الدّین پر آکر رکیں اور آپ پاکستان کے دوسرے گورنر جنرل مقرر ہوئے۔ اِس میں شک نہیں کہ اُس وقت صرف دو ہستیاں تھیں، وزیراعظم لیاقت علی خان اور گورنر جنرل خواجہ ناظم الدّین جنہوں نے قوم وملت کی صحیح رہنمائی کی۔ 16 اکتوبر 1951ء کو لیاقت علی خان کو شہید کر دیا گیا۔ قوم کی یہ کشتی ایک مرتبہ پھر ہچکولے کھانے لگی۔ خواجہ ناظم الدّین اِس ہچکولے کھاتی کشتی کے بادبان بنے۔ وہ گورنر جنرل کی بجائے وزیراعظم ہو گئے اور غلام محمد گورنر جنرل بن گئے لیکن ملک کے سیاسی حالات بد سے بدتر ہوتے چلے گئے۔ آپ نے سنبھالنے کی بہت کوشش کی لیکن اِس میں کامیاب نہ ہو سکے۔ خواجہ ناظم الدّین کو نہایت غیر آئینی طریقے سے وزارتِ عظمیٰ کے عہدے سے برطرف کر دیا گیا۔ آپ ایک عرصہ گوشۂ تنہائی میں رہے لیکن قوم کے نیک خواہوں کے کہنے پر ایک مرتبہ پھر سیاست کے میدان میں قدم رکھا لیکن عمر نے وفا نہ کی۔ خواجہ ناظم الدّین نے اعلیٰ ترین عہدوں پر رہنے کے باوجود کبھی کوئی ناجائز فائدہ نہ اٹھایا۔ آپ نے ایک بے داغ اور بے ریا زندگی گزاری۔ اُن میں دکھاوا، تکبر، بناوٹ اور خود غرضی کبھی نہ دیکھی گئی۔ وہ اعلیٰ اخلاق اور اقدار کے حامل سیاستدان تھے۔ اپنے اعلیٰ عہدوں پر رہتے ہوئے تمام ذمہ داریاں آئین کے مطابق سرانجام دیں۔ قیامِ پاکستان سے لے کر آج تک خواجہ ناظم الدّین کا نام ایک مردِ مجاہد کی طرح قوم کے دِلوں میں زندہ وتابندہ ہے۔

قائدِ نونہال حکیم محمد سعید

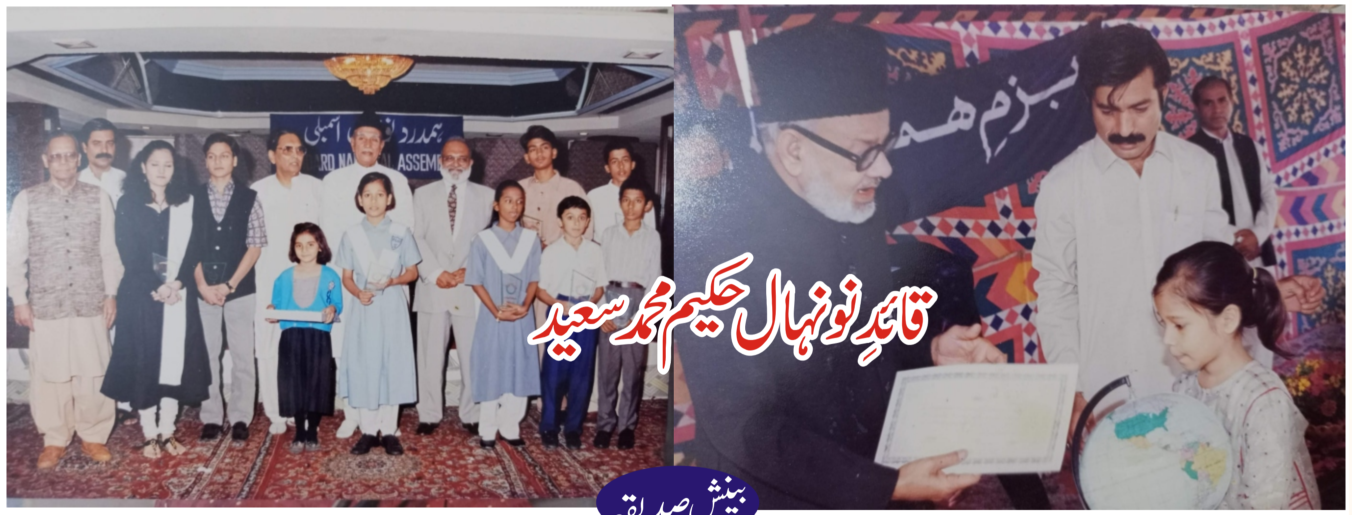

بینش صدیقہ

نو جنوری 1920ء کو دہلی میں پیدا ہونے والے حکیم محمد سعید ایک چراغ کی مانند تھے جس کی روشنی کروڑوں لوگوں کو منور کر گئی۔ پاکستان کے ایسے سچے عاشق تھے جنہوں نے اپنی تمام دولت، محنت اور توانائیاں پاکستان کے لیے وقف کر دیں۔ ہم اُن خوش قسمت لوگوں میں شامل ہیں جنہوں نے حکیم انکل کو بہت قریب سے دیکھا اور اُن کی شفقت سے فیضیاب ہوئے۔ بزمِ ہمدردِ نونہال جو 9 جنوری 1995ء کو ہمدردِ نونہال اسمبلی میں تبدیل ہوگئی۔ ہم اس پلیٹ فارم سے ہر مہینے حکیم صاحب سے ملاقات کرتے۔ اِدھر گھڑی کی سوئی سہ پہر کے تین بجاتی اُدھر تصویرِ حسین حمیدی صاحب مائیک سنبھالتے اور کہتے! ''وقت اللہ کی امانت ہے۔ اِس کا صحیح استعمال عبادت ہے۔ استقبال کیجیے قائدِ نونہال حکیم محمد سعید کا۔۔۔''

کراچی کے فائیو اسٹار ہوٹل کا بڑا سا ہال کھچا کھچ بھرا ہوتا۔ تمام لوگ اپنے قائد کا کھڑے ہو کر والہانہ انداز میں استقبال کرتے۔ سفید براق شیروانی، سفید جوتے موزے، لمبا قد، تروتازہ وتوانا چال، ایسا لگتا کوئی فرشتہ چلا آ رہا ہو۔

وہ حقیقتاً فرشتہ ہی تو تھے۔ رحمت کا فرشتہ۔ پاکستان کے وفادار، مخلص اور بے لوث فرشتہ صفت شخص۔ اُن کا ادارہ ہمدرد وقف فاؤنڈیشن محض کاروباری ادارہ نہیں بلکہ یہ پاکستان کا ہی نہیں بلکہ دنیا کا بھی وہ منفرد ادارہ ہے جس کا مالک خود اپنی ہی کمپنی میں ملازم ہے اور وہ ادارہ مکمل طور پر وطنِ عزیز کے لیے وقف ہے۔ پاکستان میں تعلیم، صحت اور سماجی بہتری کے لیے کوشاں ہے۔

پچیس دسمبر 1992ء کا وہ دن میں بھلا کیسے بھول سکتی ہوں جب پہلی بار بزمِ ہمدرد نونہال کے پلیٹ فارم سے سیکڑوں لوگوں کے سامنے تقریر کا موقع ملا۔ ننھی منی بچی کو پائیدان لگا کر کسی طرح ڈائس پر کھڑا کیا گیا۔ تقریر ختم کر کے پائیدان سے کود لگا کر بھاگنے ہی والی تھی کہ حکیم صاحب نے اشارے سے بلایا اور پیار سے گود میں بٹھا کر بولے 'کیسی قینچی کی طرح زبان چلتی ہے کس نے تقریر یاد کرائی۔؟ ہم نے شرما گھبرا کر بتایا کہ 'یہ رٹا امی نے لگوایا ہے'۔ اس کے بعد ہمدرد اسمبلی میں ہر مہینے جب بھی میری شکل دیکھتے تو کہتے 'آہا بینش بیٹی'، پیار سے تھپکی دیتے اور کہتے 'ہماری بیٹی اتنی بڑی ہوگئی'۔

ہمدرد کے ماہانہ پروگرام میں بچے جوق دَر جوق آتے۔ پروگرام کا آخری حصہ ٹیبلوز پر مشتمل ہوتا۔ جس میں ہم بچوں کی دلچسپی دیکھنے کے لائق ہوتی۔ چھوٹے بچے اسٹیج کے ارد گرد بیٹھ کر ٹیبلوز سے لطف اندوز ہوتے۔ ایسے میں حکیم صاحب اپنی نشست چھوڑ کر بچوں کے درمیان ہی فرشی نشست سنبھال لیتے۔ ننھا منا سے کوئی بچہ اُن کی گود میں چڑھ جاتا۔ ہائے کیا وقت تھا۔ پاکستان کا نامور اور محترم ترین شخص بالکل ایک عام شخص کی طرح نظر آتا۔ انہیں پاکستان سے کتنی عقیدت اور پاکستانی بچوں اور نوجوانوں سے کیسی محبت تھی اس کا اندازہ اس چھوٹے سے واقعہ سے لگا لیجیے جس کے راوی مسعود برکاتی مرحوم تھے۔

ہمدرد فاؤنڈیشن کے شعبۂ مالیات کی حکیم صاحب کے ساتھ میٹنگ تھی۔ مختلف شعبوں کے حساب کتاب کے درمیان ماہ نامہ ہمدرد نونہال کی فائل کُھلنے لگی۔ شعبۂ مالیات کے سربراہ نے تجویز پیش کی کہ رسالہ مسلسل خسارے میں ہے اس لیے اُسے بند کر دیا جائے۔ حکیم صاحب نے رسالے کی فائل کو کھولے بغیر ہی کہا 'مالی طور پر یہ خسارے میں سہی لیکن آپ کو اندازہ ہی نہیں کہ یہ ماہ نامہ پاکستانی بچوں اور قوم کی کیسی اعلیٰ تربیت کر رہا ہے۔ یہ رسالہ بند نہیں ہوگا'۔ یہ حقیقت ہے کہ ماہ نامہ ہمدرد نونہال بچوں کی وہ تربیت کر رہا ہے جس کی من حیث القوم اشد ضرورت ہے۔

17 اکتوبر 1998ء کا وہ روز بھلائے نہیں بھولتا جب اسکول وین میں بیٹھے ہوئے اخبار فروش کی صدا سنی 'حکیم سعید کو قتل کر دیا گیا'۔ کیسے پھوٹ پھوٹ کر روئے تھے ہم، جیسے یتیم ہو گئے ہوں۔ حکیم صاحب جس روز مطب کرتے ہمیشہ روزہ رکھتے۔ کسی ظالم نے روزے کی حالت میں انہیں بے دردی سے قتل کر دیا۔ قوم کا وہ مسیحا جس کی کسی سے دشمنی نہیں تھی خون میں نہلا دیا گیا۔ اس صورتحال میں کوئی اور ہوتا تو نیکی کے اِس مشن سے پیچھے ہٹ جاتا لیکن سلام ہے حکیم سعید شہید کی اکلوتی اولاد سعدیہ راشد پر کہ جو اپنے والد کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔ ہمدرد فاؤنڈیشن اپنے سلوگن ''پاکستان سے پیار کرو، پاکستان کی تعمیر کرو'' کے تحت وطنِ عزیز کی تعمیر وترقی کے لیے کوشاں ہے۔

ریڈیو پاکستان کراچی

فیچر: غزالہ فصیح

محکومیٔ گلشن پر روئے گا سماں کب تک
محرومِ نوا ہوگی غنچوں کی زباں کب تک

27 اکتوبر یومِ سیاہ، برصغیر کی تاریخ کا یہ وہ دن ہے جب کشمیر کی شفق رنگ وادی پر ظلم و جبر کے اندھیرے مسلط کردیئے گئے ۔ 27 اکتوبر 1947ء کو بھارت نے بین الاقوامی قوانین اور آزادیٔ برصغیر ایکٹ کی کُھلم کھلا خلاف ورزی کرتے ہوئے جموں و کشمیر پر غاصبانہ قبضہ جمالیا تھا۔ یہ ہی وہ دن تھا جب کشمیر کی گُل رنگ وادی اپنے بیٹوں کے خون میں نہا گئی ۔اُس دن سے شہادتوں کے ایک طویل ترین سلسلے کا آغاز ہوا دنیا جسے اموات کی ایک لمبی فہرست والے تنازعے کا نام دیتی ہے۔

تقسیمِ ہند کے وقت وائسرائے ہند لارڈ ماونٹ بیٹن نے کہا تھا کہ برصغیر کی کسی ریاست کے ساتھ زیادتی نہیں کی جائے گی۔ اگر کسی ریاست کی بھارت یا پاکستان میں شمولیت پر تنازعہ پیدا ہوا تو وہاں کے عوام سے رائے لی جائے گی۔ ریاست جموں وکشمیر کے بارے میں کہا گیا کہ رائے عامہ کی بنیاد پر الحاق کا فیصلہ ہوگا۔لیکن مہاراجہ کشمیر اور بھارتی حکمرانوں نے ناپاک گٹھ جوڑ کرلیا اور بھارت نے اپنی فوجیں کشمیر میں داخل کر کے اُسکے بڑے حصے پر قبضہ کرلیا۔ کشمیر پر غاصبانہ قبضے سے 1846ء کے معاہدۂ امرتسر کی تاریخ دہرادی گئی جب وادی کے جیتے جاگتے انسانوں کا بھیڑ بکریوں کی طرح سودا ہوا تھا اور انسانیت کے منہ پر کالک مَل دی گئی تھی۔تب ایسٹ انڈیا کمپنی نے کشمیر کو پچیس لاکھ انسانوں سمیت صرف 75 لاکھ نانک شاہی کرنسی کے عوض راجہ گلاب سنگھ کے ہاتھ فروخت کردیا تھا اور 27 اکتوبر وہ تاریخ ہے جب کشمیر کی مسلم اکثریتی ریاست کو بھارت کے پنجۂ استبداد میں دے دیا گیا۔

اُس وقت سے لے کر آج تک مقبوضہ کشمیر میں بسنے والے یہ دن یومِ سیاہ کے طور پر مناتے ہیں۔ اِس دن کو منانے کا مقصد دنیا کو باور کروانا ہے کہ بھارت نے مقبوضہ کشمیر پر ناجائز قبضہ کیا ہے

کشمیر کے حُریت پسند عوام، بھارت کے غاصبانہ قبضے کے خلاف ایک دن بھی چین سے نہیں بیٹھے۔ اُن کی بھرپور جدوجہد کے نتیجے میں جب کشمیر آزاد ہونے کے قریب تھا تو بھارت نے اقوامِ متحدہ میں کشمیر کا مسئلہ اٹھایا۔ اقوامِ متحدہ نے تنازعۂ کشمیر کے حل کے لئے دو قراردادیں منظور کیں جن میں نہ صرف کشمیریوں کے حقِ خودارادیت کو تسلیم کیا گیا بلکہ یہ طے ہوا کہ کشمیریوں کو اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کیلئے رائے شماری کا موقع فراہم کیا جائیگا۔ بھارت کے پہلے وزیر اعظم جواہر لعل نہرو نے یہ وعدہ کیا کہ وہ اقوامِ متحدہ کی قراردادوں کے مطابق کشمیریوں کو استصوابِ رائے فراہم کریں گے لیکن اِس کے بعد بھارتی حکمرانوں نے کشمیریوں کو نہ صرف حقِ خودارادیت دینے سے انکار کردیا بلکہ تمام بین الاقوامی معاہدوں کو پسِ پشت ڈال کر یہ راگ الاپنا شروع کردیا کہ کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ ہے۔ دوسری جانب کشمیر کی مسلم اکثریت کو اقلیت میں تبدیل کرنے کے لئے ہر طرح کے ہتھکنڈے اپنائے۔

سن 1989ء سے لے کر اب تک بھارت کی مسلط فورسز نے کم ازکم ایک لاکھ کشمیریوں کو شہید کیا جس میں سے 7 ہزار 130 لوگ وہ تھے جو دورانِ حراست دم توڑ گئے۔

بھارتی فوج کے ہاتھوں کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی کا بدترین سلسلہ جاری ہے۔ نہتے عوام پر ظلم کے پہاڑ توڑے جاتے ہیں۔ خواتین کی عصمت دری معمول ہے۔ بھارتی مظالم پر احتجاج کرنے والے نوجوانوں کو پیلٹ گنوں سے چھلنی

کیا جاتا ہے۔ شفق فام چناروں کی سرزمین، گلرنگ، جموں وکشمیر کو بھارت کے ظلم واستبداد نے انگار وادی میں تبدیل کردیا ہے۔ پاکستان نے مقبوضہ جموں وکشمیر کے عوام پر اِس ظلم کے خلاف ہمیشہ عالمی فورمز پر آواز بلند کی ہے۔

اقوامِ متحدہ کی سلامتی کونسل کی متعلقہ قراردادوں کے مطابق پاکستان کشمیریوں کے حقِ خودارایت کی اخلاقی، سیاسی اور سفارتی حمایت کرتا ہے۔ کیوں نہ ہو، کشمیر پاکستان کی شہ رگ ہے۔ پاکستان مسئلہ کشمیر کا فریق ہی نہیں، کشمیریوں کی اُمیدوں کا مرکز بھی ہے۔ وادی کے دل پاکستان کے ساتھ دھڑکتے ہیں جبکہ پاکستان کے عوام کشمیری مسلمانوں پر ظلم وستم پر اُسی طرح تڑپ اُٹھتے ہیں جیسے کہ اپنے وجود کے کسی حصے کی تکلیف پر درد محسوس کرتے ہوں۔

چنار ہے لہولہو، بہار ہے لہولہو
ہیں اَن گنت شہادتیں، پکار ہے لہولہو

کشمیر پر دل سوز مظالم کی داستان میں ظلم و جبر کا ایک اور باب رقم کردیا گیا ہے ۔ 5 اگست 2019ء کے سیاہ دن، سب سے بڑی جمہوریت کے نام نہاد دعویدار نے بدترین آمریت کا مظاہرہ کرتے ہوئے یک لخت بھارتی آئین کی دفعہ 370 کو منسوخ کرکے مقبوضہ کشمیر کی خصوصی حیثیت ختم کرکے اُسے بھارت کے ماتحت کردیا۔ وادی میں کرفیو نافذ کردیا اور کشمیر میں 45000 اضافی سکیورٹی اہلکار تعینات کردیے گئے۔ بھارت کے اِس اقدام کا مقصد غیر کشمیریوں کو مقبوضہ علاقے میں آباد کر کے یہاں آبادی کے تناسب کو تبدیل کرنا ہے۔ بھارتی حکومت نے مقبوضہ کشمیر کو دنیا کی سب سے بڑی چھاؤنی، سب سے بڑی جیل میں تبدیل کردیا جہاں 80 لاکھ سے زائد لوگوں کو تمام سیاسی اور سماجی مذہبی آزادیوں سے محروم کردیا گیا ہے۔ سنگینوں کے سائے میں یہاں انسانیت محصور ہے، بیمار دوا کے لئے تڑپ رہے ہیں، بچے بھوک سے بلک رہے ہیں، ضروریاتِ زندگی کے لئے گھروں سے باہر نکلنے والوں کو اندھی گولیوں کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔ تمام ذرائع اطلاعات ونشریات معطل، اظہارِ رائے کی آزادی پر پابندی اور صحافیوں کو تشدد کا نشانہ بنایا جارہا ہے۔

بھارتی ریاستی دہشت گردی آج پہلے سے کہیں زیادہ سفاکانہ رُخ اختیار کرگئی ہے ۔ پاکستان ہمیشہ سے ہی کشمیریوں کے حقِ خودارادیت کیلئے دنیا میں آواز بلند کرتا آرہا ہے مگر 5 اگست کے بعد سے پاکستان نے کوئی ایسا فورم نہیں چھوڑا جہاں کشمیریوں کی آواز دنیا بھر تک نہ پہنچائی ہو۔ اقوامِ متحدہ کے بعد پاکستان نے انٹر پارلیمانی یونین میں بھی کشمیر کا مسئلہ اٹھایا اور عالمی برادری پر بھی زور دیا ہے کہ وہ مظلوم کشمیریوں کا حقِ خودارادیت یقینی بنائیں۔ پاکستان نے دنیا کو باور کروایا کہ کشمیریوں کے ساتھ یہ بدسلوکی ختم کروانے کیلئے بھارت پر زور دینا چاہیے۔

27 اکتوبر یومِ سیاہ بھرپور انداز میں منا کر پوری دنیا کو یہ پیغام دیا جائے گا کہ مشکل کی اِس گھڑی میں پاکستان اپنے کشمیری بہن بھائیوں کے ساتھ کھڑا ہے۔ کشمیریوں سے اظہارِ یکجہتی کے لیے جلسوں، ریلیوں کا اہتمام کیا جائے گا تا کہ ظالم کو یہ بتایا جاسکے کہ کشمیر میں انسانی حقوق کی پامالی سے دنیا آگاہ ہوچکی ہے اور بھارت کو یہ جان لینا چاہئے کہ ”ظلم جب حد سے بڑھتا ہے تو مِٹ جاتا ہے۔“

مظلوم کے سینے کی صدا اور ہی کچھ ہے
کشمیر کا اب کربِ نوا اور ہی کچھ ہے
ظالم کو ابھی ہوش نہیں، سوچ لے انجام
اِس خون کی تاثیرِ نوا اور ہی کچھ ہے
کشمیر کی وادی میں لہرا کے رہو پرچم
ہر جابر و ظالم کا کرتے ہی چلو سَر خم

(ریڈیو پاکستان کراچی)

اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ

جذبۂ تعمیر ہی زندگی کی روانی کا باعث ہے ۔ انسان جذبوں سے عبارت ہے۔ جذبات قانون و آئین اور فطرت سے ہم آہنگ نہ ہوں تو نظامِ حیات بگڑ جائے۔

بقول احمد ندیم قاسمی

جہاں سے پھول ٹوٹا تھا وہیں سے
کلی سی اِک نمایاں ہو رہی ہے

08 اکتوبر 2005ء میں آزاد کشمیر کے ضلع مظفر آباد، نیلم، جہلم ویلی، باغ، اور خیبر پختون خواہ کے علاقے بالا کوٹ ، مانسہرہ اور وفاقی دارلحکومت کے بعض علاقوں میں 7.6 شدت کے زلزے نے کہرام برپا کر دیا۔ آزاد کشمیر کے متاثرہ علاقوں میں 73 ہزار سے زیادہ لوگ لُقمہ اجل بن گئے۔ ہزاروں مضروب ہوئے اور بعض تو اب تک مستقل معذوری کا شکار ہیں۔

8 اکتوبر 2005 ء کے قیامت خیز زلزلے کے بعد تعمیر و بحالی کے لیے اُس وقت کی حکومت نے عالمی اداروں اور دوست ممالک کی مدد سے International Donner Conference کا انعقاد کیا اور سات ارب روپے سے زیادہ رقم جمع کی۔ تقریباً سو سے زائد ممالک کے رضا کاروں نے تعمیر و بحالی کے کام میں مدد کی۔

وطنِ عزیز کے ہر پیر و جوان نے دامے، درمے، سخنے اہلِ کشمیر کی بے پناہ مدد کی ۔ پاک فوج نے تعمیر و بحالی و ریسکیو کے کام میں کلیدی اور اہم کردار ادا کیا۔

مظفر آباد کے دارلحکومت میں ضلعی دفاتر پرانے سیکرٹریٹ کی سرکاری عمارتیں، جامعہ کشمیر سٹی، کیمپس سی ایم ایچ راولاکوٹ ،مظفر آباد و ، باغ ، جامعہ کشمیر کا چھتر کلاس کیمپس ، ہائرسیکنڈری ، پرائمری و ثانوی درجے کے تعلیمی ادارے، شاہرات اور پُل عالمی اداروں کے تعاون سے تعمیر کیے گئے اور زراعت و لائیوسٹاک کی بحالی کے لیے سماجی ترقی کے منصوبے تیار کیے گے کیونکہ جذبۂ تعمیر زِندہ تھا اور پاکستان کا بچہ بچہ اہلِ کشمیر کے ساتھ کھڑا تھا۔

2005ء میں ہی تعمیر و بحالی کے NDMA ادارے کو وفاقی سطح پر قائم کرنے کے بعد صوبوں میں PDMAs اور ریاست آزاد جموں و کشمیر میں SDMA کی بُنیاد رکھی گئی تا کہ آئندہ کسی بھی قدرتی آفت سے بچا جا سکے اور ریسکیو و بحالی میں آسانی ہو۔

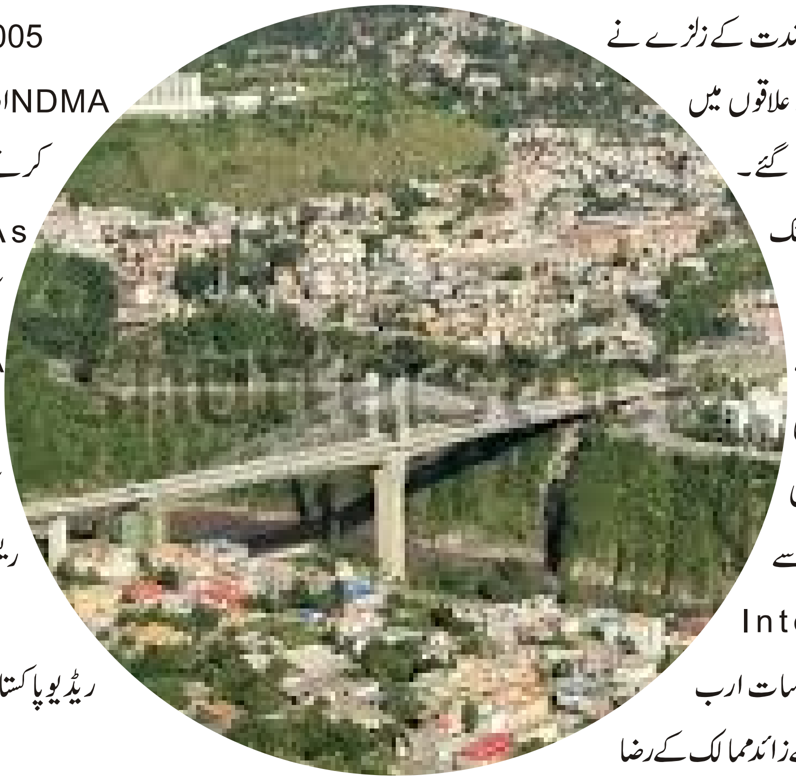

ریڈیو پاکستان مظفر آباد

بہزاد لکھنوی

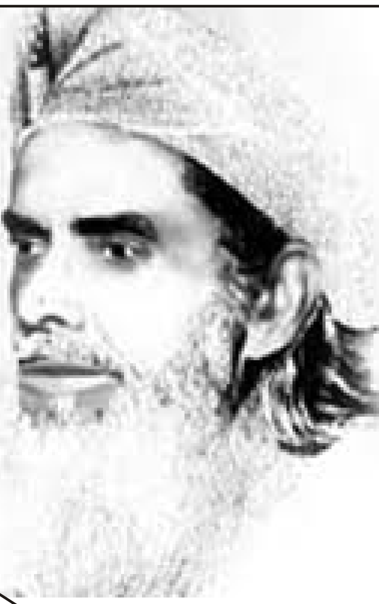

عمران منور اعوان

حضرت بہزاد نے اودھ کے شاداب اور نغمہ آفرین بلکہ شہرِ خوباں لکھنؤ کے ایک خوشحال گھرانے میں یکم جنوری 1900ء میں پردہ عدم سے عالمِ وجود میں قدم رکھا۔ والدین نے اُن کا نام سردار احمد خان رکھا لیکن شعر و ادب سے فطری لگاؤ نے اُن کو بہزاد کے نام سے مشہور و متعارف کروایا۔ اُن کی زندگی بڑے نشیب و فراز سے گزری ۔ ملازمت کا آغاز ریلوے سے ہوا۔ پھر جذب و سلوک کی منزلوں سے گزرنے کے بعد آل انڈیا ریڈیو سے تعلق ہو گیا ۔ قیامِ پاکستان کے بعد ریڈیو پاکستان سے وابستگی نے کراچی اُن کا مسکن بنا دیا۔ ایک دن شیمم رحمانی نے جناب بہزاد لکھنوی سے پوچھا،'' آپ ریڈیو سے کیسے وابستہ ہوئے؟'' بہزاد صاحب نے جواب دیا'' اللہ جناب ذوالفقار علی بخاری کو جزا دے۔ وہ عجیب انسان تھے۔ مَیں اُن کی تعریف کرنے پر مجبور ہوں ۔ انہوں نے دِلّی میں اور انڈیا ریڈیو میں شرفاء کو بھر لیا۔ کسی شریف کو وہ پریشان نہیں دیکھ سکتے تھے۔ جس میں صلاحیت کے جوہر دیکھے اُس کو رکھ لیا۔ چنانچہ اُن کی نظر مجھ پہ پڑی اور اُنہوں نے مجھے بلایا اور کہا 'بہزاد صاحب آپ ریڈیو میں ملازمت کر لیجئے۔ غالباً 120 روپیہ ماہوار پر اُنہوں نے مجھے نوکری دی اور اُنہوں نے ہی مجھے ٹرینڈ کیا۔ اس لیے کہ مَیں یہ ڈرامے اور فیچر لکھنا نہیں جانتا تھا۔ اُن کی ٹریننگ تھی کہ مَیں نے ترقی کی اور میری شہرت بڑھنا شروع ہوئی۔ ہر جگہ سے میرے نام کی آواز آتی تھی ۔ خصوصیت کے ساتھ یہ نعت جو مَیں پڑھتا تھا ہر جمعہ اُس کا بڑا اثر ہوتا تھا۔ مسلمانوں کا یہ عالم تھا کہ وہ دیوانے ہو جاتے تھے۔ جمعہ کے دن کوئی گھر ایسا نہ تھا جہاں ریڈیو ٹیون نہ کیا جاتا ہو۔ میرے یہاں پاکستان آنے کے بعد بخاری صاحب نے پھر کرم فرمایا۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا' بہزاد صاحب آپ کہاں جائیں گے آپ کے بچے وغیرہ یہیں ہیں'۔ چنانچہ مَیں ریڈیو پاکستان میں ملازم ہو گیا۔ مَیں یہاں آ کے نعتیں پڑھنے لگا۔ ہفتہ میں پانچ نعتیں پڑھتا تھا۔ اُس وقت میری کیفیت بدلی ۔ کچھ اللہ کا کرم تھا کہ مجھے لگن مدینہ منورہ کی پیدا ہوئی اور مَیں نے نعت کہنا شروع کی۔ نعت گوئی میں جانے کے بعد مَیں نے محسوس کیا کہ غزل کہنے سے نعت کہنا زیادہ مشکل ہے۔ نعت گوئی میں تو یہ معاملہ ہے کہ بڑا مؤدب ہو کر کہنا پڑتا ہے۔ نعت گوئی کا میدان بہت بڑا ہے۔ حالانکہ مضامین وہی ہیں لیکن یہ بڑا وسیع میدان ہے۔ اِس میں جذبہ بھی ہے، کیفیت بھی ہے، نسبت بھی ہے۔ یہ ایک دوسرا گوشہ ہے۔ کہنا یہ کہ جس کی تعریف کی جائے اور اُس کا نام نامی نہ آئے بلکہ وہ تعریف اتنی منطبق ہو کہ معلوم ہو کہ فلاں کی تعریف ہے۔''

ڈاکٹر سید رفیع الدین اشفاق اُردو کی نعتیہ شاعری میں فرماتے ہیں کہ بہزاد کے کلام میں صرف جذبات کی ترجمانی ہی نہیں پائی جاتی بلکہ اُن کی والہانہ عقیدت مندی اُن کی کیفیات کے اظہار کو اُبھارتی ہے اور وہ حقیقت کا یہ رشتہ بھی ہاتھ سے نہیں چھوڑتے۔ عقیدت اور حقیقت دونوں کی آمیزش نے حضور ﷺ کے حقیقی اوصاف کو ہمیشہ مضامین کی زینت بنایا۔ یہی وجہ ہے کہ اُن کے کلام میں وہ بے اعتدالیاں نظر نہیں آتیں جنھیں عشق اور محبت کے مذہب میں نعت گو شعراء نے روا اور جائز قرار دیا ہے۔

یارب سوئے مدینہ مستانہ بن کے جاؤں

بہزاد لکھنوی کا ہمارے نعت گو شعراء میں ایک نمایاں مقام ہے۔ نعت گوئی کی اعلیٰ استعداد کے ساتھ انہیں خوش الہانی کی نعمت بھی عطا ہوئی تھی۔ بقول ڈاکٹر عاصی کرنالی کے اُن کے ہاں تغزل کا انداز ہے جس میں ڈھل کر نعت اعجاز بن جاتی ہے۔

ریڈیو پاکستان کی آواز لائبریری سنٹرل پروڈکشن کے شعر و ادب کے شعبہ میں بہزاد لکھنوی کی شمیم رحمانی سے ایک طویل گفتگو کا ریکارڈ آج بھی موجود ہے۔

بہزاد لکھنوی نے 10 اکتوبر 1974ء جمعرات کے دن وفات پائی۔ اُنہیں جمعۃ المبارک کے دن احاطۂ درگاہ نیازیہ میں مدفون ہونے کی سعادت حاصل ہوئی۔

یارب سوئے مدینہ مستانہ بن کے جاؤں
اس شمع دو جہاں کا پروانہ بن کے جاؤں
عالم کی آرزو کا افسانہ بن کے جاؤں
اور اپنی حسرتوں کا نذرانہ بن کے جاؤں
جُز اُن کی آرزو کے کوئی نہ مدعا ہو
دنیا کی ہر طلب سے بیگانہ بن کے جاؤں
ہر گام ایک سجدہ، ہر گام یا محمد ﷺ
اِس شان، اِس ادا کا مستانہ بن کے جاؤں
لب پر درود جاری، دل پر سرور طاری
اپنی حقیقتوں کا افسانہ بن کے جاؤں
بہزاد میرا عالم سمجھے گا کیا زمانہ
ہے فہم کا تقاضا دیوانہ بن کے جاؤں

بیدل فقیرؒ

صوفی وہفت زبان شاعر

افشاں نگار

بیدلؒ کا پیدائشی نام عبدالقادر تھا۔ بیدل فقیر کا نام اُن کے والد مرزا عبدالخالق نے عبدالقادر جیلانیؒ سے اظہارِ عقیدت کے طور پر رکھا تھا۔ شیخ الاعظم عبدالقادر جیلانیؒ سلسلہ قادریہ کے بانی کے طور پر جانے جاتے ہیں بیدل فقیرؒ 1054 بمطابق 1644ء کو پیدا ہوئے بیدل کی کنیت ''ابوالمعانی'' ہے۔ اُن کا ابتدائی تخلص ''رمزی'' تھا کیونکہ ابتدائے سخن بیدل فقیر مولانا کمال سے کسبِ فیض حاصل کرتے تھے اور یہ تخلص ''رمزی'' بھی مولانا کا ہی عطا کردہ تھا۔ کہتے ہیں کہ بیدل فقیرؒ ایک روز گلستانِ سعدی کا مطالعہ کر رہے تھے کہ سعدی شیرازی کے ایک مصرعہ پر نظر جم گئی ''بیدل از بی نشان چہ گوید باز'' اور وہ اِس مصرعہ کو پڑھ کر دیر تک ایک کیفیت میں رہے۔ وہ اِس شعر سے کچھ اِس قدر متاثر ہوئے کہ آخر انہوں نے بیدل کو ہی بطور تخلص اختیار کر لیا۔

مرزا عبدالقادر بیدل فقیرؒ فارسی زبان کے مشہور ترین شعراء میں سے ایک ہیں۔ علامہ اقبالؒ نے کہا تھا کہ ''دنیا میں چار اشخاص ہیں جن میں معی الدین ابنِ عربیؒ، شنکراچاریہ، مرزا بیدل اور ہیگل کے طلسم میں جو شخص گرفتار ہو گیا تو وہ مشکل سے رہائی پا سکتا ہے۔''

آپ کی طبیعت میں تصوف کا گہرا اثر تھا۔ بیدل فقیرؒ بلند پایہ دانشور اور قابلِ فخر شخصیت کے مالک تھے۔ آپ کا کلام آفاقی و الہامی تھا جو سات زبانوں عربی، فارسی، اُردو، سندھی، سرائیکی، پنجابی اور ہندی میں موجود ہے۔ کہتے ہیں کہ سخی لعل شہبازؒ کی درگاہ سے واپسی پر آپ نے غزل کہنا شروع کی۔ روایت ہے کہ 12 برس کی عمر میں حضرت بیدل فقیرؒ عظیم صوفی شاعر نے تین رات متواتر خواب دیکھا کہ لعل بادشاہ قلندرؒ آپ سے مخاطب ہیں ''ہمارے پاس آجاؤ''۔ آپ نے روہڑی سے سیہون شریف کا سفر دیوانہ وار طے کیا اور حضرت لعل شہباز قلندر سیہوانیؒ کے روضہ مُبارک پر تشریف لے گئے۔ سندھ کے جلیل القدر اسکالر عبدالمجید سندھی کہتے ہیں کہ وہاں سے آپ کو شعر و شاعری کی اجازت ملی اور آپ نے دو غزلیں فارسی اور اُردو میں کہیں۔ آپ نے خداداد ذہانت اور ذاتی محنت و صلاحیت سے قرآن، حدیث، فقہ، فلسفہ دین کا بغور مطالعہ کیا۔

سندھ کی دھرتی اولیاء، صوفیاء اور بزرگانِ دین کا مسکن رہی ہے۔ حضرت شہباز قلندرؒ، شاہ عبداللطیف بھٹائیؒ، حضرت سچل سرمستؒ جیسے جلیل القدر بزرگ اور صوفی شعراء نے ہمیشہ اپنی شاعری کے ذریعے اخوت، محبت، بھائی چارے اور ہم آہنگی کا درس دیا ہے۔ اُن میں ہفت زبان صوفی شاعر بیدل فقیرؒ کا نام بھی عظیم صوفی بزرگ کے طور پر سرِفہرست ہے۔ اُن کی تحریریں آج بھی لوگوں کے لیے مشعلِ راہ ہیں۔ اُن کی تصانیف میں رموز العارفین (فارسی نظم)، تقویت القلوب، پنج گنج، ریاض، ریاض القمر، سلوک الطابین، رموزِ قادری، منہاج الحقیقت، وحدت نامہ اور سرور نامہ قابلِ ذکر ہیں۔ آپ کو اوائل عمر سے تلاشِ حق اور جستجو معرفت کا شوق تھا۔ اِس جستجو میں آپ نے بزرگوں کے آستانوں اور اللہ والوں کے درباروں میں حاضری دی۔ آلام و مصائب کی گھاٹیوں سے گزر کر مظاہیرِ قدرت کے مشاہدات کیے اور دنیا کے رنگا رنگ تجربات کی روشنی میں روحانی کسب و کمالات سے آگاہی حاصل کی۔ آپ نے اپنے والد کے پیر صوفی شاہ عنایت اللہؒ کے خلیفہ میر جان اللہ شاہ اولؒ کے پوتے میر جان اللہ شاہ دومؒ سے بیعت کی اور میر جان اللہ شاہ ثانیؒ نے آپ کو خرقہ عطا فرمایا۔

مرزا عبدالقادر بیدلؒ کے خاندان کا اصل تعلق بخارا سے تھا۔ حضرت بیدلؒ کا کلام بہت ہی اعلٰی معیار کا تھا اور اُن کی مشکل پسندی کا اعتراف مرزا غالبؔ نے بھی کیا۔ گو مرزا غالبؔ کو فارسی زبان پر مکمل عبور حاصل تھا لیکن اِس کے باوجود وہ اِس بات کا اعتراف کھلے دل سے کیا کرتے تھے کہ بیدل کی طرز میں شاعری کرنا تقریباً ناممکن ہے۔

طرزِ بیدل میں ریختہ کہنا
اسداللہ خان قیامت ہے

اُن کا مزار روہڑی ریلوے اسٹیشن کے قریب مرجع خلائق ہے۔ حضرت بیدلؒ کا عرس مبارک ہر سال روہڑی میں اُن کی درگاہ پر منایا جاتا ہے اور اُس کی تین روز تقریبات میں سکھر، صالح پٹ، بنو عاقل، گھوٹکی، شکار پور، خیر پور سمیت دیگر علاقوں سے بڑی تعداد میں زائرین شرکت کے لیے آتے ہیں۔ سندھ میں صوفی شعراء اور روحانی بزرگوں کے میلوں میں حضرت قادر بخش بیدلؒ کا عرس چوتھے نمبر پر ہے۔ اِس موقع پر صوفی فنکار مختلف علاقوں سے آتے ہیں اور حضرت بیدل فقیرؒ کا کلام پیش کرتے ہیں۔ ضلعی انتظامیہ حضرت قادر بخش بیدل فقیرؒ کی خدمات کے اعتراف میں پورے ضلع میں عام تعطیل کا اعلان کرتی ہے۔

اپنے عہد کے مشہور و معروف شاعر

جناب قمر جلالوی

کا یادگار انٹرویو (اقتباس)

س: اُستاد صاحب آپ نے متعدد مشاعروں میں شرکت کی ہے کسی مشاعرے کا کوئی دلچسپ واقعہ جو آپ کو یاد ہو؟

ج: جی بالکل! ایک مشاعرہ بسولی میں ہوا جس میں کہ جگرؔ مرادآبادی، فانی بدایونیؔ، احسن بریلویؔ، ذرہ کانپوریؔ، دلیر بریلویؔ، یہ سب لوگ بڑے بڑے موجود تھے۔ اُس محفل میں جب مَیں گیا تو ایک صاحب نے ایک چھپی ہوئی کتاب دِکھائی اور اُس میں یہ مطلع جو کہ مَیں سکندر راؤ میں پانچ برس پہلے پڑھ چکا تھا، وہ چھپا ہوا دِکھایا۔ وہ شعر کچھ یوں تھا

گھٹائیں جھوم کر آئی تو ہیں سحر گلستان پر
کہیں پانی نہ پڑ جائے کسی کے عہد و پیماں پر

وہ مطلع اُن کی کتاب میں چھپا ہوا تھا۔ مجھ سے آن کر کہا کہ دیکھئے! یہ میرے اُستاد کا مطلع ہے اور آپ کی غزل میں ہے تو اِس پر جگر مرادآبادی نے کہا ’اسے 5 برس بیتے جب اُستاد نے سکندر راؤ میں یہ غزل پڑھی تھی اور یہ پانچ سال کی چھپی ہوئی ہے جو کتاب آپ دِکھا رہے ہیں‘۔ انہوں نے اُس صاحب سے کہا ’آخر بات کیا۔ ہے؟ وہ صاحب کہنے لگے کہ سر ہے تو میرے اُستاد محمود علی ہاشمی صاحب نے کہا کہ ''بھئی دیکھو اِس میں اضافتیں نہیں ہیں اور باقی غزل میں تمام اضافتیں بھری ہوئی ہیں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلع کسی اور کا ہے اور غزل کسی اور کی لیکن وہ کچھ ایسی ضد باندھے ہوئے تھے اور یہیں کہتے رہے کہ ’نہیں صاحب! ہے تو مطلع میرے اُستاد صاحب کا‘ چنانچہ مَیں نے ایک فیصلہ کیا اور فانی بدایونی صاحب کو بٹھا کر کہا کہ دیکھئے! میں مطلع کہتا جاؤں گا اور آپ اُسی ردیف قافیے پر لکھتے جائیے گا۔ ردیف قافیہ گلستاں پر اور عہد و پیماں پر تھا تو مَیں نے مطلعے کہنے شروع کیے۔

اُدھر بادل پہ بادل چھائے جاتے ہیں ہر گلستاں پر
اِدھر وہ عہد و پیماں توڑتا تھا عہد و پیماں پر
مصر ہوتا تھا ساقی دیکھ کر بادل گلستاں پر
گڑوں پانی پڑا جاتا تھا میرے عہد و پیماں پر

جب مَیں مطلعے بہت کہتا چلا گیا تو انہوں نے فوراً کتاب بند کر کے کہا کہ ’حضور میرے اُستاد کے صدقے یہ تو آپ کا ہی مطلع ہے۔‘ آخر وہ تسلیم کر گئے۔ دوسرا واقعہ یہ پیش آیا کہ مَیں ایک دن علی گڑھ میں اپنے مکان پر موجود تھا کہ سیماب مرحوم تشریف لائے۔ کہنے لگے کہ نواب مشکور علی خاں کے ہاں مشاعرہ ہے اور اُس میں مجھے خط لکھ کر بہت اصرار کیا کہ ’استاد قمر جلالوی کو اپنے ساتھ لے کر آ۔ مَیں نے انکار بھی کیا لیکن وہ نہیں مانے اور زبردستی ساتھ لے گئے۔ خیر شب کو مشاعرہ ہوا اور بہت اچھا! صبح کے وقت جب سب چائے پر بیٹھے تو سیماب مرحوم نے اُن کے ایک مصاحب سے پوچھا کہ بھئی یہ کس تقریب میں شاعرہ ہوا تھا؟ تو انہوں نے کہا کہ صاحب تقریب تو کوئی نہیں تھی۔ انہوں نے پوچھا کہ پھر یہ مشاعرہ کیوں ہوا؟ انہوں نے کہا بات یہ ہوئی تھی کسی نے نواب صاحب کو خط بھیج دیا تھا کہ آج رات اُن کے ہاں ڈاکہ پڑے گا نواب صاحب گبھرا گئے تو انہوں نے کہا مشاعرہ کر دو کہ رات بھر مشاعرہ ہوتا رہے گا اور ڈاکو نہیں آئیں گے (ہنستے ہوئے)‘۔ یہ سنتے ہی سیماب مرحوم آگ بگولہ ہو گئے تو مَیں نے کہا کہ دیکھا! آپ زبردستی مجھے لے آئے میں تو انکار کر رہا تھا۔

انٹرویور: بہت ہی دلچسپ واقعہ ہے یہ تو۔ اُستاد صاحب وہ اشعار سنائیے جو آپ کو اپنے کلام میں سب سے زیادہ پسند ہیں؟

ج: عرض کیا ہے (یہ اشعار ترنم میں پڑھے گئے تھے)

مرکز دائرہ کا وہی فاصلہ رہا
سر پر تھا آسمان گئے جس دیار میں
وہ کیا ہے آج اُن کے فرشتے بھی آئیں گے
وعدے کی شب نہیں ہے، یہ دن ہے حساب کا

قطع عرض کرتا ہوں

جب کوئی کلی باغ میں کھل جاتی ہے
گل چیں کو مہک جا کے بلا لاتی ہے
تم پھول کی صورت ہو خدارا نہ ہنسو
پھولوں کو ہنسی راس نہیں آتی ہے

ایک اور قطع عرض ہے

اُمید آج بہت کم ہے شادمانی کی
دلِ حزیں کو تمنا ہے شادمانی کی
بس اتنی دیر کو منہ اپنا پھیر لیتی پیری
کہ ایک بار مَیں کھا لوں قسم جوانی کی

آخر میں عرض کیا ہے

عزیز گھر سے جو میت میری اُٹھا کے چلے
اشارہ غیر سے اس دشمن وفا کے چلے
دِکھا کے میرے جنازے کو مسکرا کے کہا
بتوں نے بات نہ پوچھی تو اب خود آ کے چلے

بہت خوب بہت شکریہ جناب اُستاد قمر جلالوی آپ کا۔

بشکریہ آہنگ 2021ء

صبا اکبرآبادی

ہمارے سفر کا قصہ ہے

جو ہمارے سفر کا قِصّہ ہے
وہ تری رہ گزر کا قِصّہ ہے

صبح تک ختم ہو ہی جائے گا
زندگی رات بھر کا قِصّہ ہے

دل کی باتیں زباں پہ کیوں لاؤں
گھر میں رہنے دو، گھر کا قِصّہ ہے

کوئی تلوار کیا بتائے گی
دوش کا اور سَر کا قِصّہ ہے

ہوش آ جائے تو سناؤں گا
چشمِ دیوانہ گر کا قِصّہ ہے

چلتے رہنا تو کوئی بات نہ تھی
صرف سمت ِسفر کا قِصّہ ہے

جیتے جی ختم ہو نہیں سکتا
زندگی عمر بھر کا قِصّہ ہے

شام کو ہم سنائیں گے تم کو
شبِ غم کی ہجر کا قِصّہ ہے

تیرے نقشِ قدم کی بات نہیں
صرف شمس و قمر کا قِصّہ ہے

دامن خشک لاؤ پھر سننا
یہ میری چشمِ تر کا قِصّہ ہے

چند تنکے نہ تھے نشیمن کے
باغ و شاخ و شجر کا قِصّہ ہے

حلق میں چبھ رہے ہیں کانٹے سے
لب پہ گُل ہائے تر کا قِصّہ ہے

میری بربادیوں کا حال نہ پوچھ
ایک نیچی نظر کا قِصّہ ہے

اِسی بیداد گر سے کہہ دے صبؔا
اِسی بیداد گر کا قِصّہ ہے

تخفیفِ غربت کا عالمی دن

سبین حیات

اقوامِ متحدہ کے ادارے یو این ڈی پی کے ''گلوبل ملٹی میڈیا پاورٹی انڈیکس'' 2019 ء میں بتایا گیا ہے کہ دنیا بھر میں 101 مما لک میں سے 1.3 بلین افراد کثیر جہتی غربت کا شکار ہیں۔یہ دو تہائی آبادی متوسط گھرانوں سے تعلق رکھتی ہے۔اِن میں زیادہ تر 18 سال سے کم عمر بچے ہیں۔دنیا بھر میں غریب افراد،جن کی یومیہ آمدن ڈھائی ڈالر سے بھی کم ہے،اُن کی تعداد تین ارب کو چُھو رہی ہے۔عراق،شام،افغانستان،لبنان،فلسطین، کشمیر جو کئی دہائیوں سے بیرونی حملوں اور اندرونی خانہ جنگی کا شکار ہیں،میں سیاسی ابتری کی وجہ سے معاشی مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ترقی یافتہ مما لک جیسے جرمنی میں ایسے افراد کی تعداد سولہ لاکھ پچاس ہزار تک پہنچ گئی ہے جو لنگر سے کھانا کھاتے ہیں۔یہاں کُل لنگروں کی تعداد 942 ہے۔پاکستان کا غریب ترین صوبہ بلوچستان ہے جہاں شہری علاقوں میں 37.3 فیصد افراد غربت کی زندگی گزار رہے ہیں۔ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا سب سے بڑا مسئلہ دہشت گردی ہے جبکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ سب سے بڑا اور سنگین مسئلہ غربت ہے جو تمام معاشرتی اور سیاسی برائیوں کی جڑ ہے۔ایک طرف دنیا کی ترقی کا شعور ہے تو دوسری طرف معاشی طور پر غیر منصفانہ معاشرہ جرائم کو جنم دے رہا ہے۔غربت کی وجہ سے انسان ڈپریشن اور ذہنی مریض بن کر رہ جاتا ہے۔یہی غربت انسان کو ناجائز کام کرنے پر مجبور کرتی ہے۔چور بازاری،ڈاکہ زنی اور خرد برد جیسے جرائم معاشرے میں خرابی پیدا کرنے کا سبب بنتے ہیں۔انسان جائز اور ناجائز کاموں کو سوچے سمجھے بغیر صرف پیسہ کمانے کے لیے مختلف اور شارٹ کٹ راستے ڈھونڈنے لگتا ہے جو اُس کی پوری زندگی کو تباہ اور برباد کر کے رکھ دیتا ہے۔

غربت کی وجوہات کا جاننا ہر شہری کا فرض ہے اور غربت کی سب سے بڑی وجہ بے روزگاری ہے۔بے روزگاری سے تنگ آ کر نوجوان نشہ آور اشیاء کا استعمال کرنے لگتے ہیں جس سے معاشرتی ترقی متاثر ہوتی ہے کیونکہ کسی بھی ملک وقوم کا انحصار نوجوان نسل ہے جس نے مستقبل میں ایک صحت مند ذہن کے ساتھ ملک کی ترقی میں اپنا حصہ ڈالنا ہے۔جب ملک کی نوجوان نسل غربت کی چکی میں پِس کر غلط راستے پر چلنا شروع کر دیتی ہے تو ایک اچھی قوم کی تشکیل صرف خواب وخیال ہی تصور کی جاسکتی ہے۔

صحت کی ناکافی سہولیات بھی غربت کی ایک بہت بڑی وجہ ہے کیونکہ جب غریب کی جیب خالی ہوگی تو وہ کسی ڈاکٹر کو دِکھانے سے قاصر ہوگا جس کی بناء پر اُس کے گھر میں صحت اور غربت دونوں مل کر انسانی موت کا سبب بنتے ہیں۔

غربت کی تیسری بڑی وجہ ناخواندگی ہے۔یہ بھوک اور افلاس ہی ہے جو ناخواندگی کی شرح میں اضافے کا سبب بنتی ہے۔غریب بچہ دوسرے بچوں کو اسکول جاتے دیکھ کر احساسِ محرومی کا شکار ہو جاتا ہے۔اِس سے منفی جذبات غصہ،خود غرضی،رقابت جیسے احساسات پیدا ہوتے ہیں۔معاشرے میں دوسروں سے تقابل کا رجحان اداسی اور ناخوشی پیدا کرتا ہے جس سے انسان مجرم بنتا ہے۔

غربت چونکہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے لہذا اِس سے نبرد آزما ہونے کے لیے ہمہ وقت تیار رہنا ہوتا ہے اور ہر لمحہ مشترکہ کاوشیں انتہائی ضروری ہوتی ہیں۔اِس کے لیے حکومتی پیمانے پر کام کرنا از حد ضروری ہے۔ہمارے بہت سے شعبہ جات ایسے ہیں جن میں کام کیا جا سکتا ہے۔مثلاً مجموعی بجلی پیدا کرنے،خوراک کو سائنسی بنیادوں پر محفوظ کرنے اور آبی وسائل پر بہتر طریقے سے کام کرنے وغیرہ سے بہت سے بے روزگاروں کے لیے روزگار کے مواقع پیدا ہو سکتے ہیں اور جس سے بہت سے نوجوان اپنے پیروں پر کھڑے ہو سکتے ہیں۔

سائنس کے میدان میں ترقی کرنا دورِ حاضر کی ضرورت ہے۔ہمیں ماہرینِ لسانیات کی بھی ضرورت ہے۔یہ افراد بیرونی مما لک میں بھی مترجم کے فرائض سرانجام دے سکتے ہیں۔

ہمیں اپنی نوجوان نسل کو غربت سے بچانے کے لیے ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرنی ہے جس سے مستقبل کے اندیشے اُن کے کام کو متاثر نہ کریں۔

سفید چھڑی کے تحفظ کا عالمی دن

حافظہ عائشہ ذیشان

بصارت سے محروم لیکن بصیرت افروز نابینا افراد کی نمایاں پہچان سفید چھڑی ہے اور پندرہ اکتوبر کا دن سفید چھڑی کے عالمی دن کے طور پر منایا جاتا ہے۔ سفید چھڑی کا عالمی دن منانے کا مقصد نابینا افراد کو درپیش مسائل اور مشکلات سے معاشرے کو آگاہ کرنا اور یہ باور کرانا ہے کہ معذور افراد بھی تھوڑی سی توجہ کے ساتھ ایک ذمہ دار شہری ثابت ہو سکتے ہیں۔ اِس دن کے منائے جانے کا آغاز 1930ء میں فرانس کے شہر پیرس سے ہوا جہاں عام لاٹھیوں کو سفید رنگ دے کر اِس دن کو متعارف کروایا گیا اور پندرہ اکتوبر 1965ء سے اِس دن کو باضابطہ طور پر اقوامِ متحدہ کے چارٹر میں شامل کیا گیا۔ جب کہ پاکستان میں یہ دن پہلی بار پندرہ اکتوبر 1972ء کو منایا گیا۔

سفید چھڑی تو نابینا افراد کو چلنے پھرنے میں تحفظ فراہم کرتی ہے تاہم سفرِ زیست کے لیے تعلیم، روزگار، صحت توجہ طلب مسائل ہیں۔ پاکستان بھر کی بلائنڈ ایسوسی ایشنز بھی اِس دن کو پُرجوش انداز میں منانے کے لیے مختلف شہروں میں رنگا رنگ پروگرام منعقد کرتی ہیں جن کا مقصد نابینا افراد کو تفریح فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ تمام مکاتبِ فکر کو نابینا افراد کے مسائل سے آگاہ کرنا اور نابینا افراد میں موجود صلاحیتوں کو اُجاگر کرنا ہوتا ہے تاکہ نابینا افراد کے مسائل حل ہوسکیں۔ اُن کو آسانیاں میسر آسکیں اور یہ ملک و ملت کی تعمیر و ترقی میں اپنا کردار احسن طور پر ادا کرسکیں۔ اِس حوالے سے اِس دن منعقد ہونے والے پروگرام نابینا افراد کے لیے مسرت کا باعث ہوتے ہیں۔ پندرہ اکتوبر 1999ء تک یہ دن سرکاری اور نجی سطح پر بھرپور طریقے سے منایا جاتا ہے۔ بطور شہری ہماری ذمہ داری ہے کہ جہاں کہیں سفید چھڑی پکڑے نابینا افراد نظر آئیں ہم اُن کو راستہ دیں اور اُن کی رہنمائی کریں اور ٹریفک کی مڈبھیڑ میں روڈ کراس کرنے میں اُن کی مدد کریں۔

عالمی ادارہ صحت کے مطابق دنیا بھر میں 22 کروڑ افراد بروقت تشخیص نہ ہونے کے باعث نابینا پن کی جانب بڑھ رہے ہیں جن کی تعداد تقریباً 30 سے 35 کروڑ تک پہنچ جانے کے خدشے کا اظہار کیا جارہا ہے۔ جب کہ صرف پاکستان میں 66 فی صد افراد موتیا، 6 فی صد کالے پانی اور 12 فی صد بینائی کی کمزوری کا شکار ہیں۔ یہ بیماریاں بتدریج نابینا پن کی طرف لے جاتی ہیں۔ اِس وقت جنوبی ایشیاء میں ایک کروڑ 17 لاکھ افراد آنکھوں کے امراض کا شکار ہیں جب کہ مشرقی ایشیاء میں یہ تعداد تقریباً 60 لاکھ 20 ہزار ہے اور جنوب مشرقی ایشیاء کی تیس لاکھ 50 ہزار آبادی اِس مرض سے متاثر ہے۔ پاکستان میں قریباً 20 لاکھ افراد بینائی سے مکمل طور پر محروم ہیں۔ یہاں اندھے پن کی شرح 1.08 فی صد ہے جب کہ پاکستان میں جزوی طور پر نابینا افراد کی تعداد قریباً 60 لاکھ کے قریب ہے۔ پاکستان کی بیس فی صد آبادی ذیابیطس کا شکار ہے جو اندھے پن کی ایک اہم وجہ ہے جس کے باعث آنکھ کے عدسے کے متاثر ہونے یعنی آنکھ میں موتیا آجانے کے واقعات میں اضافہ ہوا ہے۔ ماہرینِ صحت کا کہنا ہے کہ موجودہ دور میں ڈیجیٹل اشیا جیسے کمپیوٹر اور موبائل فونز کا ضرورت سے زائد استعمال ہماری بینائی کے لیے سب سے بڑا خطرہ ثابت ہورہا ہے۔ جدید ٹیکنالوجی، اشیا کی جلتی بجھتی اسکرین ہماری آنکھوں کی صحت کے لیے بے حد نقصان دہ ہیں۔ اِس کے باوجود ہم اِن چیزوں کے ساتھ بے تحاشہ وقت گزار رہے ہیں۔ موبائل کی نیلی اسکرین خاص طور پر آنکھوں کی مختلف بیماریوں جیسے نظر کی دھندلاہٹ، آنکھوں کا خشک ہونا، گردن اور کمر میں درد اور سر درد کا سبب بنتی ہے۔ اِن اسکرینوں کے ساتھ زیادہ وقت گزارنا نہ صرف آنکھوں کے لیے نقصان دہ ہے بلکہ یہ دماغی کارکردگی کو بھی بتدریج کم کر دیتا ہے جب کہ یہ نیند پر بھی منفی اثرات ڈالتا ہے اور انسان رات میں ایک پُرسکون نیند سونے سے محروم ہو جاتا ہے۔ پاکستان میں نابینا افراد کو کارآمد شہری بنانے کیلئے بہت کام کرنا ہوگا۔ ہم سب کو مل کر اِن نابینا افراد کو اندھیروں سے نکالنے کے لیے پُرعزم رہنا ہوگا۔ حکومتی سطح پر نابینا افراد کو زیادہ سے زیادہ سہولیات فراہم کرنے کے لیے مزید ادارے بھی بنانا چاہیے تاکہ یہ نابینا افراد معاشرے کے ساتھ چل کر اپنے آپ کو کبھی تنہا محسوس نہ کریں۔

بلاشبہ قدرت جب کسی کو ایک نعمت سے محروم کرتی ہے تو اُن میں دوسری کئی صلاحیتوں کو بیدار کر دیتی ہے۔ بصارت سے محروم نظر آنے والے یہ لوگ چشمِ بصیرت رکھتے ہیں۔ اُن کے دل کی آنکھیں روشن، اُن کے دماغ سوچ رکھنے والے اور قدرت کی نشانیوں کے عکاس ہیں۔ اِن افراد کی صلاحیتوں سے استفادہ کرتے ہوئے انھیں سوسائٹی کا اہم ستون بنایا جاسکتا ہے۔

شعبۂ مطبوعات کراچی

اقوامِ متحدہ اور پاکستان

تحریر و تحقیق: صدف رانی

پاکستان اپنے قیام کے ایک ماہ بعد ہی ستمبر 1947ء میں اقوامِ متحدہ کا رُکن بن گیا اور اِس نے اقوامِ متحدہ کے منشور کے عین مطابق اِس عالمی ادارے سے پورا پورا تعاون کیا۔ پاکستان اِس پر یقین رکھتا ہے کہ اقوامِ متحدہ اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود نسلِ انسانی کی فلاح و بہبود اور قیامِ امن کے لیے بڑا اہم کردار ادا کرسکتی ہے اور اِس کے ذریعے بین الاقوامی سطح پر سیاسی، تعلیمی، معاشی اور ثقافتی میدان میں نتیجہ خیز اور موثر اقدامات کیئے جاسکتے ہیں۔

پاکستان نے اقوامِ متحدہ کے مقاصد کی تکمیل کے لیے جو خدمات انجام دی ہیں اُن کا مختصر ذکر یوں ہے کہ پاکستان نے سامراجی ممالک کی نوآبادیوں کو اُن کے تسلط سے آزاد کرانے میں موثر آواز بلند کی۔ انڈونیشیا، لیبیا، صومالیہ، تیونس، مراکش اور الجزائر کی آزادی کے لیے اقوامِ متحدہ کے پلیٹ فارم سے آواز بلند کی۔ نو آزاد ملک کو اقوامِ متحدہ کا رُکن بنانے میں پاکستان نے موثر کردار ادا کیا۔ کمبوڈیا، لنکا، اُردن، لیبیا، نیپال اور دیگر بہت سے نو آزاد ممالک کو اقوامِ متحدہ کا رُکن بنانے میں پاکستان نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ چین کو اقوامِ متحدہ کا رُکن بنانے اور اِس عالمی ادارے میں چین کو اِس کا جائز حق دلانے میں سب سے پیش پیش پاکستان ہی رہا ہے اور اپنے مغربی حلیفوں کی خواہش اور ناراضگی کے باوجود پاکستان نے چین کو اقوامِ متحدہ کا رُکن بنانے کے لیے آواز اٹھائی۔

پاکستان نے جنوبی افریقہ اور روڈیشیا میں نسلی امتیاز کی پالیسی کے خلاف اقوامِ متحدہ کی تجویز کردہ مقاطعے کی پالیسی کی حمایت بھی کی اور اِس پر پوری طرح عمل بھی کیا۔ پاکستان نے تخفیفِ اسلحہ کے بارے میں اقوامِ متحدہ کی ہر تجویز کا خیر مقدم کرنے میں ہمیشہ پہل کی ہے۔ قیامِ امن سے متعلق اقوامِ متحدہ کی تمام سرگرمیوں میں پاکستان نے بھرپور تعاون کیا ہے۔ کانگو، مغربی نیوگنی اور صومالیہ وغیرہ میں خانہ جنگی کے موقع پر اقوامِ متحدہ کی اپیل پر پاکستان نے اپنے فوجی دستے بھیجے اور عالمی امن کی خاطر پاکستانی فوجیوں نے جان کے نذرانے بھی پیش کیے۔

فلسطین کے مسئلے پر پاکستان نے عربوں سے بھی بڑھ کر فلسطین کی مکمل آزادی کی حمایت کی اور فلسطینی عربوں کے غاصب اسرائیل کی مخالفت اقوامِ متحدہ کے ہر پلیٹ فارم سے جاری رکھی۔ 1956ء میں جب اسرائیل نے برطانیہ اور فرانس سے مل کر مصر پر حملہ کیا تو پاکستان نے اقوامِ متحدہ میں جنگ بندی اور اسرائیل، برطانیہ اور فرانس کی افواج کے فوری انخلاء کی قراردادیں منظور کرائیں۔ 1967ء کی عرب اسرائیل کے موقع پر بھی پاکستان نے عربوں کی حمایت اور اسرائیل کی پُرزور مذمت کی۔

پاکستان نے مسئلہ کشمیر کے بارے میں اقوامِ متحدہ کے ساتھ ہر مرحلے پر تعاون کیا ہے۔ اقوامِ متحدہ نے کشمیر میں استصوابِ رائے کی قرارداد بار بار منظور کی جسے پاکستان نے ہر مرتبہ تسلیم کیا اور بھارت نے ہر مرتبہ مسترد کیا۔ بھارت نے کشمیر بھارت کا اٹوٹ انگ قرار دے کر اقوامِ متحدہ کی قراردادوں اور فیصلوں کی خلاف ورزی کی۔ اِس کے باوجود پاکستان نے اقوامِ متحدہ کی نیم رضامندانہ اور سفارتی فیصلوں کی تائید کی۔ مسئلہ کشمیر پر اقوامِ متحدہ کی ناکام کارگزاری کے باوجود پاکستان نے اقوامِ متحدہ کے خلاف متشدد پالیسی اختیار نہیں کی۔

اقوامِ متحدہ اور اِس کی مختلف ایجنسیوں نے پاکستان کو معاشی، ثقافتی اور تعلیمی میدان میں کافی مدد کی ہے۔ اقوامِ متحدہ کے ترقیاتی پروگرام (UNDP) عالمی بینک، بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (IMF) یونیسیف، عالمی ادارہ محنت، عالمی ادارہ صحت، ادارہ خوراک وزراعت اور یونیسکو نے اپنے اپنے دائرہ کار میں اپنی تحدیدات کے مطابق پاکستان کی اقتصادی مدد کی ہے اور نیز زندگی کے ہر شعبے میں عالمی شہرت یافتہ ماہرین کی خصوصی خدمات اور مشورے سے نوازا ہے۔

بشکریہ نیشنل لائبریری

چھاتی کا سرطان

بروقت تشخیص ہی موذی مرض سے نجات کا باعث ہے

تحریر: غزالہ فصیح

کسی بھی شخص کے لئے اَز خود یا اپنے پیاروں کے کینسر جیسے جان لیوا مرض میں مبتلا ہونے کا تصور روح فرسا ہے۔ اِس بیماری کی تکلیف سے پناہ مانگی جاتی ہے۔ افسوسناک اَمر یہ ہے علاج معالجے کی جدید سہولتوں کے باوجود مرض کے پھیلاؤ میں اضافہ ہورہا ہے، خصوصاً خواتین میں چھاتی کے سرطان کے پھیلاؤ کی شرح تشویشناک ہے ۔ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کے حالیہ اعداد وشمار کے مطابق 2022ء میں دنیا بھر میں تیئس لاکھ خواتین چھاتی کے سرطان کا شکار ہوئیں جبکہ مجموعی طور پر یہ موذی مرض 670,000اموات کا سبب بنا۔ دنیا کے 185 ممالک میں سے 157 ممالک میں بریسٹ کینسر خواتین میں سب سے زیادہ پایا جانے والا کینسر ہے۔

اکتوبر کا مہینہ اِس جان لیوا بیماری کے خلاف آ گاہی سے مخصوص کیا گیا ہے۔ بریسٹ کینسر کی ہلاکت خیزی اگرچہ تشویشناک ہے تاہم اِس مرض کے علاج کے متعلق قابلِ اطمینان پہلو یہ ہے کہ چھاتی کے سرطان کی بروقت تشخیص ہی اِس سے نجات کا باعث ہے۔ ماہرینِ صحت کے مطابق تمام اقسام کے کینسرز کے مقابلے میں بریسٹ کینسر سے 90 فیصد صحت یابی ممکن ہے۔

ورلڈ ہیلتھ آرگنائزیشن کی مارچ 2024ء کی رپورٹ کے مطابق ترقی یافتہ ممالک میں 12 میں سے ایک خاتون بریسٹ کینسر کا شکار ہوتی ہے جبکہ 71 میں سے ایک خاتون اِس مرض کے باعث جان دے دیتی ہے لیکن پسماندہ ممالک میں ہر 27 میں سے ایک خاتون میں اِس مرض کی تشخیص ہوتی ہے البتہ ہر 48 میں سے ایک خاتون اِس مرض کے باعث دنیا سے چلی جاتی ہے۔

پاکستان میں تمام اقسام کے کینسرز میں بریسٹ کینسر کی شرح سب سے زیادہ 38.5 فیصد ہے۔ پاکستان میں ہر سال 40 ہزار سے زائد خواتین چھاتی کے کینسر کی وجہ سے موت کے منہ میں چلی جاتی ہیں۔

پاکستان میں ایک کروڑ سے زائد خواتین کو چھاتی کا کینسر ہونے کا خدشہ لاحق ہے

پاکستان میں ہر سال چھاتی کے کینسر کے 90 ہزار نئے کیسز رپورٹ ہوتے ہیں جن میں نوجوان لڑکیوں کی تعداد میں اضافہ ہورہا ہے

پاکستان میں ہر 9 میں سے 1 خاتون کو چھاتی کا کینسر ہونے کا خدشہ لاحق ہے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ قابلِ علاج ہونے کے باوجود بریسٹ کینسر کی موثر روک تھام میں ناکامی ہورہی ہے؟ اِس سوال کے جواب میں ہمیں جو اسباب نظر آتے ہیں اُن میں ایک اہم عنصر یہ ہے کہ ہمارے معاشرے میں چھاتی کے کینسر اور اِس کے علاج کو باعثِ شرمندگی سمجھتا جاتا ہے جس کے باعث خواتین اِس بیماری کو چھپاتی ہیں یہاں تک کہ مرض جان لیوا نوعیت اختیار کر جاتا ہے۔ مالی مسائل اور خواتین کو اپنی صحت کے معاملات کو پسِ پشت رکھنے کے رویئے بھی اِس موذی مرض کے علاج میں رکاوٹ بنتے ہیں۔

اعداد وشمار کے مطابق پاکستان میں 70 فیصد خواتین چھاتی کے کینسر کے تیسرے درجے پر مرض کے علاج کے لیے ہسپتال کا رخ کرتی ہیں جس سے زندگی بچنے کے امکانات کم رہ جاتے ہیں۔ مرض کی ابتدائی تشخیص کے متعلق بات کی جائے تو ماہرینِ صحت کے مطابق 20 سال کی عمر سے ہی خواتین کو چھاتی کا ماہانہ اَز خود معائنہ کرنا چاہیے، 40 سال سے زائد عمر کی خواتین کو اپنی میموگرافی چاہیے، جو ہر تین سال کے بعد ہونی چاہیے، اگر کوئی فیملی ہسٹری اور رسک فیکٹر پایا جائے تو ہر سال میموگرافی کی جانی چاہیے۔

اگر اَز خود معائنہ کرنے میں کوئی علامت گٹھلی یا گلٹی محسوس ہو تو فوری ماہر ڈاکٹر سے رجوع کیا جانا چاہیے، حتمی تشخیص کیلیے ڈاکٹر نیڈل بایوپسی کریں گے، نیڈل بایوپسی یا میموگرافی کے انسانی صحت پر مضر اثرات نہیں، اگرچہ بیماری سے بچاؤ ممکن نہیں مگر جلد تشخیص سے مریض کی صحت اور زندگی بچائی جاسکتی ہے،

واضح رہے کہ دنیا میں 1970 سے بریسٹ کینسر کے لیے سرجریز ہورہی ہیں مگر اب اِس مرض کے لیے جدید طریقہ علاج بھی استعمال کیے جارہے ہیں جن میں کیموتھراپی کے علاوہ ہارمونل تھراپی بھی شامل ہے۔ یہ ایک مختلف طریقہ علاج ہے جس میں مریض کو مخصوص دوائیں دی جاتی ہیں جن سے ٹیومر کا سائز بہت چھوٹا اور کبھی کبھی ختم بھی ہوجاتا ہے۔

دنیا بھر کے ماہرینِ صحت اِس اَمر پر متفق ہیں کہ ایک صحت مند طرزِ زندگی اپنا کر چھاتی کے کینسر سے 40 فیصد تک بچاؤ ممکن ہے۔ چھاتی کے کینسر کے خلاف جنگ میں آ گاہی کا فروغ ایک موثر ہتھیار ہے جس کے ذریعے اِس خطرناک بیماری پر غلبہ پایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ہم لاکھوں خواتین جو کہ مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ہیں نیز افرادی قوت کی صورت میں قوم کا عظیم سرمایہ ہیں ، انکی قیمتی جانیں بچاسکتے ہیں۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسروں کی تحریروں میں مذکور کچھ دلچسپ حقائق

محمد سعید احمد شیخ

ہندوستان کی سرزمین انگریزوں کیلئے ایک معمے کی مانند تھی جسے دریافت کرنا وہ اپنے تئیں کسی معرکہ آرائی سے کم فعل تصور نہیں کرتے تھے۔ شروع شروع میں یہاں آنے والے افسروں (جنہیں ہم بالعموم ایسٹ انڈیا کمپنی کے کارندوں کا نام دیتے ہیں) کے زمانے سے ہی انہوں نے یہاں کی ایک ایک چیز کو کھوجنا شروع کردیا۔ کوئی یہاں کے مذاہب کو اپنے مباحث کا حصہ بنانے لگا تو کوئی یہاں مقبول قصوں کہانیوں کو اُن کی تمام تر جزئیات کے ساتھ بیان کرنے میں جُت گیا۔ کسی نے یہاں کی رسوم و رواج اور ثقافتی زندگی کو اپنی تحریروں میں اُجاگر کیا تو کوئی اِس سرزمین کے جدید ترین جغرافیائی مطالعے کے ذریعے اِس کی دریافتِ نو کی طرف چل پڑا۔ کسی نے یہاں بولی جانے والی زبانوں کی لُغت یا گرامر مرتب کرنا شروع کردی تو کوئی یہاں مقبولِ عام کُتب کے تراجم کرنے میں مگن ہوگیا۔ الغرض قریب قریب سبھی انگریز ہی ہندوستان کے سحر میں کچھ اِس طور سے مبتلا ہوئے کہ یہاں مقیم رہتے ہوئے یا یہاں سے واپس برطانیہ جانے کے بعد بھی اُن کا زیادہ تر وقت ہندوستان سے متعلق باتیں اور یادداشتیں سننے سنانے یا لکھنے لکھانے میں گزرتا رہا۔

باقی ماندہ ہندوستان کی طرح اِن انگریز افسروں نے یہاں کے 'عظیم صحرائے ہندوستان' (The Great Indian Desert) کو بھی خوب کھنگالا۔ اُن کیلئے یہ صحرا ایک طلسم کی مانند تھا۔ وہ اِس صحرا کے چپے چپے تک پہنچے اور اِس کا پہلا منظّم نباتیہ و حیوانیہ (flora & fauna) بھی انہی مہم جوؤں نے ہی ترتیب دیا۔ واضح رہے کہ یہی صحرا ہندوستان کے بٹوارے کے بعد دو حصوں میں منقسم ہوا ہے؛ اِس کا آدھا حصہ (چولستان اور تھرپارکر کے ناموں کے ساتھ) پاکستان کا حصہ بنا ہے جبکہ باقی آدھا ہندوستان میں رہ گیا ہے۔ اِس صحرا کا انگریزوں کی تحریروں میں ملنے والا ایک سرسری سا احوال ملاحظہ ہو:

تھل:

۱۷۹۹ء سے لیکر ۱۸۲۳ء تک برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسر کے طور پر ہندوستان میں فرائض سرانجام دینے والے لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ [1] نے اپنی کتاب 'انالز اینڈ انٹیکیوٹیز آف راجھستان' [2] میں صحرائے ہندوستان کو ایک چیتے سے تشبیہ دی ہے جس کے جسم پر موجود کالے دھبے یہاں کے نخلستانی علاقے اور باقی ماندہ خاکستری جلد یہاں کے مختلف ایسے 'تھل' ہیں جن میں سبزے کا سرے سے کوئی نام ونشان موجود نہیں۔ اس کے اپنے لفظوں میں:

> "I would compare the Indian desert to that of the tiger, of which the long dark stripes would indicate the expansive belts of sand, elevated upon a plain only less sandy, and over whose surface numerous thinly-peopled towns and hamlets are scattered" [3]

(ترجمہ) میں صحرائے ہند کو ایک چیتے سے تشبیہ دونگا جس کی لمبی گہری دھاریاں دور تک پھیلی ہوئی ریت کی وسیع وعریض پٹیاں ہیں جو کم ریت والے میدانوں سے اُونچائی پر ہیں اور جن کی سطح پر کم آبادی والے انسانی قصبہ جات اور رہائشی جھونپڑ بکھرے ہوئے ہیں۔

لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ کے مطابق صحرائے ہندوستان ایسا بڑا نخلستان ہے جس میں جا بجا مطلق ویرانے اور بے آب وگیاہ سخت ریتلی زمین کے ایسے بڑے بڑے ٹکڑے (جن میں سے کچھ کی چوڑائی چالیس مربع تک ہے) بھی موجود ہیں جہاں پر انسانی بود وباش کا کوئی نام ونشان تک نہیں ملتا اور نہ ہی یہاں کسی اور ایسی چیز (سبزہ، پانی وغیرہ) کا وجود دکھائی دیتا ہے جو ابنِ آدم کے قیام کو ممکن بنانے میں ممد ومعاون ٹھہر سکے۔ اُس کے اپنے لفظوں میں:

> "It is infact an oasis, everywhere insulated by immense masses of thal, some of which are forty miles in breadth, without the trace of man, or ought that could subsist him."[4]

(ترجمہ:)(صحرائے ہند) دراصل ایک نخلستان ہے جہاں پر جابجا تھل بکھرے ہوئے ہیں، جن میں کچھ چالیس میل چوڑائی کے حامل بھی ہیں، انسانوں کے شائبہ تک سے آزاد یا ہر اُس شے کے وجود سے مبرا جو انسانوں کو یہاں رہائش اختیار کرنے پر آمادہ کر سکے۔

لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ نے اپنی کتاب میں کم از کم دو مقامات پر 'تھل' کو 'ریت کے ٹیلوں' (Sand-hills) اور ایک جگہ پر اِسے 'ٹیلوں کے درمیان دُور تک پھیلی ہوئی مسطح زمین' (Extremities of the valley) کے نام سے بھی موسوم کیا ہے جس سے پھر اِس رائے کی تقویت ملتی ہے کہ صحرائے ہندوستان کا ہر وہ حصہ جو اپنی مطلق ویرانی کے سبب انسانی بود و باش سے محروم تھا، 'تھل' کہلاتا تھا۔

لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ نے صحرائے ہند کے جن تھلوں کے نام گنوائے ہیں، اُن میں 'گُگا کا تھل' (Thal of Guga)، 'اِندھاوتی کا تھل' (Thal of Indhavati)، 'لُونی کا تھل' (Thal of Luni) اور 'تارا روئی کا تھل' (Thal of Tararoi) اور 'راجڑ کا تھل' (Thal of Rajar) شامل ہیں۔ جیمز ٹوڈ کے مطابق یہ سبھی تھل اپنے باسی قبیلوں یا اُن کے جغرافیائی خواص کی نسبت سے اِن ناموں سے موسوم ہوئے ہیں۔ مثال کے طور پر 'راجڑ کے تھل' کو اِس انگریز نے اپنے راجڑ قبیلے کی وجہ سے اِس نام سے موسوم کیا ہے۔ اِس قبیلے کا تعارف اِس کے ہاں کچھ یوں ملتا ہے:

"Rajar: They are said to be of Bhatti descent, and confine their haunts to the desert, or the borders of Jaisalmer, and as at Ramgarh, Kiala, Jerala, etc.; and the thal between Jaisalmer and Upper Sind: they are cultivators, shepherds, and thieves, and are esteemed amongst the very worst of the converts Muhammadanism." [5]

(ترجمہ) راجڑ: یہ بھٹی راجپوتوں کی اولاد سے ہیں۔ یہ اپنی سرگرمیاں صحرائے ہندوستان یا جیسلمیر کے کناروں اور رام گڑھ، کیالہ، جیرالہ وغیرہ میں اور جیسلمیر سے بالائی سندھ تک کے تھل میں جاری رکھتے ہیں۔ یہ کاشت کار اور چرواہے ہیں اور چور بھی۔ یہ اسلام قبول کرنے والوں (ہندوں) میں سے سب سے زیادہ برے سمجھے جاتے ہیں۔

چنانچہ جو تھل راجڑوں کی سرگرمیوں کی وجہ سے اُٹھارہویں صدی عیسوی ہی میں اُن سے منسوب ہو چکا تھا، جیمز ٹوڈ نے اُسے بجاطور پر 'راجڑ دا تھل' یعنی (راجڑ قبیلے کا تھل) کے نام سے موسوم کیا ہے۔

انگریز مؤرخین اور سفر نگاروں کی تحریروں سے یہ بات بھی واضح ہے کہ جیسلمیر سے بالائی سندھ تک کے 'راجڑ کے تھل' کے نام سے موسوم ہونے والی صحرائی پٹی میں سخت ویرانوں کے ساتھ ساتھ کچھ ایسے نخلستانی مقامات بھی تھے جہاں ہرن اور تلور یا دیگر صحرائی پرندوں کا شکار وافر دستیاب تھا۔ شکار کے شوقین راجے، مہاراجے، میر اور نواب بہار کے موسم میں یہاں کا رُخ کرتے جہاں کے راجڑ اپنی رنگین طبعی کے سبب شراب و کباب کی محفلوں میں اُن کے ساتھی بن جاتے اور یوں وہ ایک طرح سے یہاں کی گہما گہمیوں اور رونقوں میں گم ہو جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سندھ میں مقبول 'مومل رانو' کے قصے میں مومل اپنے محبوب رانا میندھرا کو راجڑوں کے تھل سے دُور رہنے کا مشورہ بھی دیتی دکھائی دیتی ہے۔

لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ کے مطابق جمیع صحرائے ہندوستان کو تاریخ کے کسی دور میں 'مارُو' بھی کہا جاتا تھا جو 'مارووار' یا 'مارُودیسا' سے نکلا ہوا لفظ ہے۔ اُس کے اپنے لفظوں میں:

"The bards frequently style it Mord'hur, which is synonymous with Maroo-desa, or when it suits their rhyme, simply Maroo. Though now restricted to the country subject to the Rathore race, its ancient and appropriate application comprehended the entire desert', from the Sutluj to the occean." [6]

(ترجمہ) بھاٹ (یعنی درباری گویے اور شاعر) اِس لفظ کو موردھور کے طور پر بولتے ہیں جو 'مارُودیسا' کا مترادف لفظ ہے۔ اور جہاں کسی شعر میں روانی لانا مقصود ہو تو وہ اِس لفظ کو صرف 'مارُو' بولتے ہیں۔ گو کہ اب راٹھوروں کے زیرِ تصرف علاقے ہی کو 'مارُو' کہا جاتا ہے تاہم اِس لفظ کی قدیم اور مناسب ترین تفہیم یہی ہے کہ ستلج سے لیکر (ساحل) سمندر تک کا تمام صحرائی علاقہ 'مارُو' کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا۔

لودُروہ اور ڈھٹ:

سندھ میں مقبول 'مومل رانو' کے قصے کے ایک مرکزی کردار 'مومل' کو 'لودُروہ' اور دوسرے کردار 'رانا میندھرا' کو 'ڈھٹ' کا باسی قرار دیا جاتا ہے۔ 'لودُروہ'، جیسلمیر سے چند میل کی مسافت پر واقع تھا اور انگریز مؤرخین اور تذکرہ نگاروں نے بھی اپنی تحریروں میں اِس شہر کا بڑی صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ مثال کے طور پر برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کے افسر الیگزینڈر کنلوچ فوربس[7] کی ۱۸۷۸ء میں شائع ہونے کتاب 'راس مالا' میں لکھا ہے کہ بارہویں صدی عیسوی میں لودُروہ کے تخت پر جے سنگھ کا بیٹا بھوج دیو حکومت کرتا تھا جس کا ذاتی محافظوں کا دستہ پانچ سو سولنکھی راجپوتوں پر مشتمل تھا۔ اِس کتاب میں اِس شہر کی غوری افواج کے ہاتھوں سقوط اور بربادی کا احوال کچھ اِن الفاظ کے ساتھ رقم ملتا ہے:

"In two days the inhabitants were to carry off their effects, and on the third the troops of Ghor were permitted the license of plunder. Lodurva was sacked, and Kurem Khan departed for Bukkur with the spoils .[8]

(ترجمہ:) دو دن شہریوں کو اِس حملے کے اثرات کو ٹالنے میں لگے۔ تیسرے دن غوری افواج کو

شہر میں لُوٹ مار کا پروانہ مل گیا۔ لودُردو کا سقوط ہو گیا اور کریم خان مالِ غنیمت کے ساتھ بکھر کو چلتا بنا۔

لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ کی کتاب 'انالز اینڈ انٹیکیوٹیز آف راجھستان' میں صراحت کے ساتھ یہ رقم ہے کہ اَمرکوٹ (عمرکوٹ) کی نزدیکی صحرائی پٹی 'ڈَھٹ' کے نام سے موسوم کی جاتی تھی۔ اُس کے اپنے الفاظ میں:

"But in the deserts of Dhat and Oomrasoomra, where the shepherds pasture their flocks, and especially where the alkaline plant is produced, the stratification is more horizontal, and produces more of watery deception ."[9]

(ترجمہ) ڈھٹ اور اُمرہ سومرو کی صحرائی پٹیوں میں جہاں چرواہے اپنے ریوڑ چراتے ہیں اور خاص طور پر جہاں کھار کا پودا پیدا ہوتا ہے، سطحِ زمین عمودی ہو جاتی ہے اور نتیجتاً یہ زیادہ سرابی منظر پیدا کرتی ہے۔

"The isolated and now dependent chieftainship of Dhat, of which Omrakote is the capital, separates the Bhattis from Jarejas. Dhat is now amalgamated with Sinde. '[10]

(ترجمہ) ڈھٹ کی آزاد، مگر اب باج گزار سرداری، جس کا امرکوٹ (عمرکوٹ) دارالخلافہ ہے، بھٹیوں کو جریجوں سے الگ کرتی ہے۔ ڈھٹ (کا صحرائی علاقہ) اب سندھ سے یکجا ہو چکا ہے۔

ڈہا (ڈہاؤ):

لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ نے بھی اپنی کتاب میں صراحت کے ساتھ یہ بات لکھی ہے کہ صحرائے ہندوستان کے کچھ نخلستانی علاقے اصلاً بارانی ہیں اور اِن میں بارش کا پانی اونچی سخت زمین سے بہتا ہوا تالابوں کی شکل میں جمع ہو جاتا ہے جنہیں مقامی لوگ 'کُنڈ'، ٹانکا، باوری اور 'ڈہا' (ڈہاؤ) کے ناموں سے موسوم کرتے ہیں۔ اُس کے مطابق کچھ کنڈ، ٹانکے وغیرہ اِس قدر گہرے ہیں کہ ہاتھی تک اِن میں ڈوب جائے۔ اُس کے اپنے لفظوں میں:

"There are many of the streams of Rajputana, having such pools particularized as hathi-dah, or "elephant-pool', denoting a sufficieny of water to drown this animal. " [11]

(ترجمہ) راجپوتانہ میں پانی کی بہت ساری ندیاں ہیں جو پانی کے تالابوں پر آ کر مجتمع ہوتی ہیں جن میں سے کچھ کو 'ہاتھی ڈاہ' کہا جاتا ہے یعنی 'ہاتھی تالاب'۔ اِس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اِس تالاب میں اِس قدر گہرا پانی ہے کہ یہاں یہ جانور (ہاتھی) بھی ڈوب جائے۔

لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ نے یہ بھی لکھا ہے کہ صحرائے ہندوستان کے کچھ تالابوں کا پانی بوجوہ 'شب کوری' (Night-blindness) کی بیماری کا سبب بھی بنتا ہے۔

حواشی:

[1] لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ (سال پیدائش:۱۹۰۷ء وسال وفات: ۱۹۷۱ء) برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک افسر تھا جس نے اپنی عملی زندگی کا آغاز بنگال آرمی میں ایک کیڈٹ افسر کے طور پر کیا۔ اِس نے انگریزوں اور مرہٹوں کے درمیان ہونے والی جنگوں میں بطور کیپٹن شرکت کی۔ اِس کی راجپوتانہ میں دلچسپی یہاں کے کچھ علاقوں کا پولیٹکل ایجنٹ تعینات ہونے کے بعد ہوئی۔ ترقی پاتے ہوئے یہ لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے تک پہنچا۔ خرابی صحت کے سبب اِس نے قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی اور لندن چلا گیا جہاں بیٹھ کر اِس نے اپنی یادداشتوں، اینٹیلی جنس رپورٹوں اور اپنے ہی مرتب کردہ نقشوں کی بنیاد پر ہندوستان، بالخصوص راجپوتانہ پر 'لیفٹیننٹ کرنل جیمز ٹوڈ' کے ادبی نام سے کئی ایک یادگار کتابیں تصنیف کیں۔

[2] 'انالز اینڈ انٹیکیوٹیز آف راجھستان' کو برٹش انڈیا کے راجھستان کا انسائیکلو پیڈیا بھی کہا جا سکتا ہے۔ اِس کتاب میں اُن تمام حقائق، واقعات اور اعداد و شمار کو نہایت مہارت کے ساتھ قلمبند کیا گیا ہے جو سترہویں اور اٹھارہویں صدی عیسوی کے راجھستان سے متعلق تھے۔

[3] انالز اینڈ انٹیکیوٹیز آف را جھستان، ص:۱۵

[4] ایضاً:ص ۲۹

[5] ایضاً:ص ۲۴

[6] ایضاً:ص ۳۳

[7] الیگزنڈر کنلوچ فوربس (سال پیدائش: ۱۸۲۱ء وسال وفات: ۱۸۶۵ء) برٹش ایسٹ انڈیا کمپنی کا ایک افسر تھا جس نے محض اکیس سال کی عمر میں کمپنی کی ملازمت اختیار کی۔ یہ ۱۸۴۳ء سے ۱۸۵۶ء کے درمیانی سالوں میں بمبئی، احمد نگر، احمد آباد وغیرہ میں تعینات رہا اور اِسی عرصے میں اِس نے اپنی کتاب 'راس مالا' تصنیف کی۔ اِس نے ہندوستان تعیناتی کے دوران اسٹنٹ کلکٹر، پولیٹیکل ایجنٹ اور ہائی کورٹ کے جج جیسے پُرکشش عہدوں پر کام کیا۔ یہ گجراتی زبان پر بڑی دسترس رکھتا تھا۔ چنانچہ جب مختصر علالت کے بعد پُونے (مہاراشٹر) میں اِس کا انتقال ہوا تو کئی ایک گجراتی شاعروں نے اِس کی یادگاری نظمیں لکھیں جن میں دلپت رام کی 'فوربس ویراہا' بڑی مشہور ہے۔

[8] "Ras Mala of Hindoo Annals of the Provinces of Goozerat in Western India, Page178

[9] انالز اینڈ انٹیکیوٹیز آف را جھستان،، ص:۱۵

[10] ایضاً:ص:۲۲

[11] ایضاً:ص ۱۱۶

یا محمد نورِ مجسم ﷺ

محفلِ میلاد برائے خواتین باشتراک ریڈیو پاکستان کراچی اور پاکستان ٹیلی وژن کراچی

ربیع الاول کے مقدس مہینے میں تمام عالم میں پیارے آقا نبی آخرالزماں حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کا جشن منایا جاتا ہے۔ ہر سُو خوشی کا سماں ہوتا ہے۔ اسی طرح پاکستان میں بھی نبی ﷺ کی پیدائش کے دن مساجد و عبادت گاہوں میں چراغاں کیا جاتا ہے۔ گھروں اور شاہراہوں کو برقی قمقموں سے سجایا جاتا ہے۔ ریڈیو پاکستان وہ ادارہ ہے جو تمام مذاہب، مسالک، زبان اور ادب کو ساتھ رکھتے ہوئے اپنی منفرد نشریات کا سلسلہ روزِ اول سے برقرار رکھے ہوئے ہے۔

ماہ ربیع الاول میں ریڈیو پاکستان کے مختلف اسٹیشنز سے اس ماہِ مبارک کی مناسبت سے خصوصی پروگرامز نشر کیے جا رہے ہیں۔ اسی حوالے سے 12 ربیع الاول کو ریڈیو پاکستان کراچی اسٹیشن پر خواتین کے لئے خصوصی محفلِ میلاد کا انعقاد ''یا محمد نورِ مجسم ﷺ'' کے عنوان سے کیا گیا۔ اِس محفل میلاد ﷺ میں شہرِ قائد کی نامور ثناخواں و نعت خواں خواتین نے شرکت کر کے اپنے خصوصی انداز و آواز میں ذکرِ محمد ﷺ سے اِس پُر نور محفل کو معطر کیا۔ اس محفلِ میلاد کی نظامت ریڈیو پاکستان کراچی کی معروف سینئر کمپیئر سیما رضا نے کی۔ ثناخواں، نعت خواں خواتین میں طلعت بشریٰ، حوریہ فہیم، ثومیہ ناز، شمائلہ ناصر، سعدیہ رضا، سارہ معین، غزالہ عارف، دعا علی، سعدیہ نواب علی، ثناء علی، تحریم فاطمہ اور عشرت علی شامل تھیں۔ درس و دعا کے لئے ڈاکٹر امتیاز خاکوانی مدعو تھیں۔ پروگرام کا آغاز خالق دو جہاں کی حمد و ثنا سے کیا گیا۔

پروگرام میں مہمانِ خصوصی خواتین میں معروف قانون دان بیرسٹر شاہدہ جمیل اور رُکن قومی اسمبلی رعنا انصار (جنھیں سندھ اسمبلی کی پہلی خاتون اپوزیشن لیڈر ہونے کا اعزاز بھی حاصل ہے) شریک رہیں۔ یہ خصوصی محفلِ میلاد برائے خواتین ''یا محمد نورِ مجسم ﷺ'' ریڈیو پاکستان کے قومی نشریاتی رابطے پر نشر کی گئی۔ یہ پروگرام ریڈیو پاکستان کراچی اور پاکستان ٹیلی وژن کراچی کی مشترکہ پیشکش تھا جسے پاکستان ٹیلی وژن سے بھی ٹیلی کاسٹ کیا گیا۔

اِس پروگرام کی معاون تھیں فرخ ناز، پروڈیوسر ایسیان بی بی بلوچ اور سہیل ملک تھے۔ نگران تھے لیاقت علی شیخ اور علی مراد ٹانوری۔ نگرانِ اعلیٰ تھے اسٹیشن ڈائریکٹر ریڈیو پاکستان کراچی محبوب سرور۔

اِس محفلِ میلاد کے انعقاد میں ریڈیو پاکستان کے اسٹاف کی معاونت شامل رہی جن میں شعبہ انجینئرنگ سے محمد عمران اور ان کی ٹیم، شعبہ انتظامیہ سے ارباب علی راہوجو اور اُن کی ٹیم، شعبہ اکاؤنٹس سے غلام علی شر اور اُن کی ٹیم اور شعبۂ مطبوعات سے میمونہ شمیل ساتھ رہے۔ جبکہ پاکستان ٹیلی وژن سے پروڈیوسر تھے سکندر علی میر جت اور ڈاکٹر مصطفیٰ سولنگی۔

اِس پُرنور محفل کو سجانے کے لیے پاکستان کرنسی کے روحِ رواں ملک بوستان کا خصوصی تعاون حاصل رہا۔ محفلِ میلاد میں ریڈیو پاکستان کے خواتین اسٹاف اور شہرِ قائد کی نامور خواتین نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

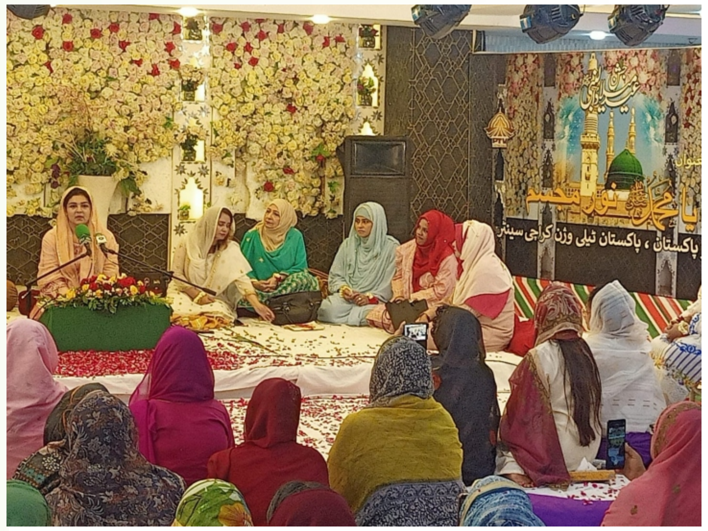

آزاد کشمیر ریڈیو مظفر آباد کی سالگرہ

میں کشمیر کی ہوں آواز

خالد محمود

آزاد کشمیر ریڈیو

AZAD KASHMIR RADIO

کھیتوں میں کھلیانوں میں
ہرے بھرے میدانوں میں
میرے یار میرے دم ساز
میں کشمیر کی ہوں آواز

یہ آواز 15 اکتوبر 1960ء میں حُریت و آزادی کی صدائے عام بن کر آزادی و حُریت کے متوالوں کے پردۂ سماعت پر وجد آفرین پیغام اور استبداد کے لیے پیامِ مرگ ثابت ہوئی۔ یہ آواز تھی آزاد کشمیر ریڈیو مظفر آباد کی۔ 10 کلوواٹ شارٹ ویو اور پھر 100 کلوواٹ میڈیم ویو ٹرانسمیٹر سے دارالحکومت مظفر آباد میں اس نشرگاہ نے نظریاتی محاذ پر ''کشمیر بنے گا پاکستان'' اور نظریۂ پاکستان کی بھرپور ترجمانی کی۔

مسعود قریشی بانی اسٹیشن ڈائریکٹر تھے بعد ازاں علمی و ادبی شخصیت عزیز حامد مدنی اور یوسف ظفر نے اس محاذ پر بطور اسٹیشن ڈائریکٹر خدمات سر انجام دیں۔ 08 اکتوبر 2005ء کے زلزلے میں ہائی پاور ٹرانسمیٹر اور براڈ کاسٹنگ ہاؤس ملبے کا ڈھیر بن گیا۔ 30 سے زیادہ لاشیں اٹھانے کے بعد ملبے کے ڈھیر سے ایک مرتبہ پھر آواز گونجی ''زندگی پھر مسکرائے گی'' اور

اگر ہے جذبۂ تعمیر زندہ   تو پھر کس چیز کی ہم میں کمی ہے

یہی جذبہ تھا جس کی بدولت ایف ایم 93 میگا ہرٹز پر نشریات کے ذریعے تعمیر و بحالی اور تحریک آزادی کے محاذ پر دوبارہ کام کا آغاز ہوا۔ آج ایف ایم 93 میگا ہرٹز کے علاوہ تقریباً 64 ہزار Followers فیس بک پر پوری دنیا میں اِس آواز کے ساتھ جُڑے ہوئے ہیں۔ صبحِ کشمیر (اُردو) سوہنی دھرتی (پہاڑی) پیارو دیس (گوجری) نو بہار (کشمیری) اور محفلِ شب (اُردو) کے عنوان سے پروگراموں کے ذریعے تحریکِ آزادئ کشمیر، نظریۂ پاکستان، پاکستانیت اور امن و محبت اور خیر کا پیام اب پوری دنیا میں پھیل رہا ہے۔ آزاد کشمیر ریڈیو مظفر آباد جدید تقاضوں کے مطابق اپنے آپ کو ڈھال رہا ہے اور جلد ہی عالمی نشریاتی اِداروں کی صف میں منفرد مقام حاصل کرے گا کیوں کہ ہم مکمل Digitalization کی طرف رواں دواں ہیں۔ ترقی و انفرادیت اور معیار و سچائی ہماری پہچان ہے کیوں کہ یہ آزاد کشمیر ریڈیو مظفر آباد ہے جس کا نعرہ ہے:

''میں کشمیر کی ہوں آواز''

ریڈیو پاکستان مِٹھی کی اُنیسویں سالگرہ

ریڈیو پاکستان مِٹھی کے اسٹیشن ڈائریکٹر ثنا اللہ ابڑو نے کہا ہے کہ آج کے جدید دور میں جہاں پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کی بھرمار ہے اِس کے باوجود ریڈیو پاکستان کو منفرد حیثیت حاصل ہے۔ اِن خیالات کا اظہار اُنہوں نے ریڈیو پاکستان مِٹھی کی اُنیسویں سالگرہ کے موقع پر خطاب کرتے ہوئے کیا۔ انہوں نے مزید کہا کہ سندھ بالخصوص تھرپارکر کے دُور دراز دیہاتوں میں جہاں پر ٹی وی یا اخبارات کا تصور نہیں وہاں بھی ریڈیو پاکستان کو سُنا جاتا ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ریڈیو بچوں، بزرگوں، مویشی چرانے والے ہوں یا پڑھا لکھا طبقہ ہو، سب میں مقبول ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ محدود وسائل کے باوجود ریڈیو پاکستان مِٹھی کی جانب سے تفریحی، معلوماتی، دینی اور روزمرہ کے مختلف پروگرام نشر کرنے کے علاوہ مقامی خبریں سندھی اور ڈھاٹکی میں بھی نشر کی جاتی ہیں۔ ریڈیو پاکستان مِٹھی میں پارکری زبان میں بھی پروگرام نشر کیے جاتے ہیں۔ اِس موقع پر ریڈیو پاکستان مِٹھی کے انجینیرنگ مینیجر دلیپ کمار امر نے ٹیکنیکل عملے اور کمپیئرز کی کاوشوں کو سراہتے ہوئے کہا کہ ریڈیو پاکستان مِٹھی کے پروگرام عوام تک پہنچانے میں اُن کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ اِس موقع پر ریڈیو پاکستان مِٹھی کی اُنیسویں سالگرہ کا کیک کاٹا گیا اور لوک فنکارہ مریم ناز نے اپنے فن کا مظاہرہ کیا۔

ایف ایم 101 لاہور

ذیشان احمد

تفریح، معلومات اور رابطے کے 25 سال آج ہم اپنے لاکھوں سامعین کے دلوں کی دھڑکن اور اُن کے دل کی آواز ایف ایم 101 لاہور کی 25 ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ یہ ڈھائی دہائیوں کی نا قابلِ یقین کارکردگی کا شاندار سفر ہے اور اِس کا آغاز 1998ء میں تب ہوا جب اُس وقت کے اربابِ اختیار نے فیصلہ کیا کہ ریڈیو پاکستان کی نشریات کو جدید اور کمرشل تقاضوں سے ہم آہنگ کیا جائے اور نشریات کو ایسا بنایا جائے کہ نوجوان طبقہ ریڈیو کے پروگراموں میں بھرپور دلچسپی لے اور یوں اس وقت موسیقی کو اوّلیت دیتے ہوئے تفریحی اور معلوماتی نشریات کا آغاز کیا گیا۔ وقت کی منازل طے کرتے کرتے آج ایف ایم 101 پاکستان کا سب سے بڑا ایف ایم نیٹ ورک ہے۔

ایف ایم 101 کی نشریات کا آغاز یکم اکتوبر کو ریڈیو پاکستان براڈ کاسٹنگ ہاؤس کی بلڈنگ میں موجود اسٹوڈیو 2 سے کیا گیا۔ 5kw کا ٹرانسمیٹر نصب کیا گیا۔

ایف ایم 101 لاہور کے اس سفر کا آغاز عبیدہ سید کی سربراہی میں ہوا جس کے بعد گلزار عثمانی، خورشید ملک، سید رضا کاظمی، مصطفیٰ کمال، نزاکت شکیلہ جیسے ریڈیو براڈ کاسٹنگ کے بڑے بڑے نام اِس چینل سے منسلک ہیں۔ بلا تعطل کامیابی اور کارکردگی کا یہ سفر ابھی بھی جاری ہے اور موجودہ سال ڈپٹی کنٹرولر خولہ ارشد اور سینئر پروڈیوسر ذیشان احمد اور نغمانہ عدیل اِس کا حصہ بنے ہیں۔

گزشتہ برسوں میں پرائیویٹ ایف ایم چینلز کی بھرمار ہوئی۔ غیر ملکی موسیقی نشر کرنے کی غیر اعلانیہ آزادی اور کسی قسم کی اخلاقی پالیسی کے بغیر یہ چینل مقبول بھی ہوئے لیکن ایف ایم 101 نے روایات، اخلاقیات اور خالص پاکستانی موسیقی کے ساتھ اپنا باوقار مقام آج بھی قائم رکھا ہوا ہے۔ تجربہ کار براڈ کاسٹرز کی نگرانی میں جن نوجوان پریزینٹرز نے اِن برسوں میں اپنا سفر شروع کیا تھا۔ وہ آج نہ صرف پاکستان بلکہ دنیا بھر میں الیکٹرانک میڈیا کی اہم ذمہ داریوں پر فائز ہیں۔

حالیہ برسوں میں ایف ایم 101 لاہور نے نہ صرف دلچسپ پروگراموں کے ذریعے سامعین کو محظوظ کیا بلکہ کوشش یہ بھی کی کہ اُن سے براہ راست روابط کے مواقع بھی زیادہ سے زیادہ پیدا کئے جائیں۔ خصوصی موقع پر گلوکاروں، نعت خوانوں اور شاعروں کو مدعو کیا گیا۔ زمانے کی جدت کے ساتھ ایف ایم 101 لاہور کی نشریات کا دھارا ابھی لاہور اور اِس کے گرد و نواح تک محدود نہ رہا بلکہ اب سامعین دنیا بھر میں ایف ایم 101 کی نشریات ویب کاسٹ اور موبائل ایپ کے ذریعے سن سکتے ہیں۔ گزشتہ برس ایف ایم 101 لاہور نے ایک سنگِ میل عبور کیا اور جدت کے تقاضوں کے عین مطابق پوڈ کاسٹنگ کا بھی باقاعدہ آغاز کیا جس میں مختلف شعبہ ہائے زندگی میں نمایاں کارکردگی دکھانے والے پاکستانی ہیروز کے پوڈ کاسٹ ریکارڈ کر کے ریڈیو پاکستان لاہور کے آفیشل یوٹیوب پیج پر اَپ لوڈ کئے گئے۔ اِس کے علاوہ فیس بک پر بھی لاکھوں سامعین ہم سے جڑے ہوئے ہیں۔

ایف ایم 101 لاہور کی 25 ویں سالگرہ کے موقع پر اپنے ادارے اور اِس سے وابستہ ساتھیوں، آرجیز اور سامعین کو ڈھیروں مبارکباد۔ خدا کرے کہ کامیابی کا یہ سفر مشترکہ کاوشوں سے آنے والے برسوں میں جاری رہے۔ آمین

ایف ایم 101 چینل کی 26 ویں سالگرہ

ایف ایم 101 کی نشریات کا آغاز، نشریاتی دنیا میں انقلاب

رپورٹ: محمد اظہر

ایف ایم 101 کی باقاعدہ نشریات کا آغاز یکم اکتوبر 1998ء کو بیک وقت کراچی، لاہور اور اسلام آباد سے ہوا۔ ایف ایم 101 کی کامیاب نشریات کے بعد ملک کے طول عرض میں اس کا جال بچھایا گیا۔ ایف ایم 101 کی یہ نشریات خاص طور پر نوجوانوں میں بہت مقبول ہوئیں جو عرصہ کامیابی سے جاری ہیں۔ ایف ایم 101 چینل کے قیام کا مقصد عوام میں آگاہی، تعلیم اور تفریح کے ساتھ ساتھ اپنے سامعین کو تازہ ترین نیوز اپڈیٹ دینا بھی مقصود ہے۔ ایف ایم 101 کے آر جیز نوجوان نسل کی نمائندگی کرتے ہوئے عوام میں بہت مقبولیت رکھتے ہیں۔ نشریاتی معیار کے اِس چینل سے نوجوان ٹیلنٹ کو متعارف کروایا جاتا ہے۔ ایسے کئی نوجوان FM101 کی تربیت کی بدولت آج Mian stream media پر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا رہے ہیں۔ FM101 کی نشریات بشمول گپ شپ، موسیقی، انفوٹینمنٹ، اسپورٹس، نیوز اپڈیٹ اور موسم کی صورتحال سامعین کی دلچسپی کا مرکز ہیں۔

فی الوقت ایف ایم 101 کے کُل 21 اسٹیشنز ہیں۔ 200 سے زائد شہروں تک اِس کی نشریات سنائی دیتی ہیں جو تقریباً پاکستان کا 65 فیصد حصہ ہے۔ ہر اہم دن کی مناسبت سے ریڈیو پاکستان کے چینل ایف ایم 101 پر خصوصی نشریات ہوتی ہیں اور عوام کی آگاہی کے لیے اہم موضوعات پر لائیو پروگرامز بھی آن ایئر ہوتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں ایف ایم 101 ریڈیو پاکستان کی آمدن کا ایک بہت بڑا ذریعہ بھی ہے اور اشتہاراتی ادارے بھی اس سے بالواسطہ اور بلاواسطہ منسلک ہیں۔ معیاری اشتہارات اور کمرشل پروگرامز کی تشہیر ایف ایم 101 چینل کا خاصہ ہے۔ ایف ایم 101 کی پروڈکشن ٹیم میں کنٹرولر ایف ایم 101، پروگرام مینیجر اور پروڈیوسرز شامل ہیں۔ اس کے علاوہ معاونت کے لیے کوآرڈینیشن سٹاف بھی موجود ہے جو ہمہ وقت ایف ایم 101 کی ترویج و ترقی میں اپنا بھرپور کردار ادا کر رہا ہے۔ ہر شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والی شخصیات جو ایف ایم 101 کے سٹیٹ آف دی آرٹ سٹوڈیوز میں تشریف لاتی ہیں وہ اس کی جدت سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتیں۔ جدید دور کے تقاضوں سے ہم آہنگی کے لیے ایف ایم کی نشریات اب سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر بھی موجود ہیں۔ نوجوانوں کو جدید دنیا سے منسلک رکھنے کے لیے FM101 ایمرجنگ ٹیکنالوجیز کے حوالے سے پروگرامز بھی نشر کر رہا ہے جو سامعین میں بہت مقبول ہیں۔ نیز اس کی پوڈ کاسٹ سروس بھی یوٹیوب اور فیس بک پر بہت مقبول ہیں جس میں ایف ایم 101 کو بہت اچھا فیڈ بیک مل رہا ہے۔ FM101 کے تمام اسٹیشنز کی نشریات لائیو ریڈیو پاکستان کی ویب سائٹ www.radio.gov.pk پر پیش کی جا رہی ہیں۔ FM101 کے سوشل میڈیا پر Followers کی ایک بڑی تعداد موجود ہے جو ہر پروگرام پر اپنی آراء چینل تک پہنچاتی ہے۔

FM101 کے سوشل میڈیا پلیٹ فورمز ہمہ وقت سامعین کیلئے توجہ کا مرکز ہیں جس پر اُن کی آراء کو توجہ کے ساتھ مختلف پروگرامز میں شامل کیا جاتا ہے۔ سوشل میڈیا کے لِنکس ہیں:

Facebook

facebook.com/FM101ChannelPakistan

Instagram

instagram.com/fm101pbc

TikTok

tiktok.com/@fm101pbc

YouTube

youtube.com/@FM101PBC

Twitter (X)

x.com/FM101PBC

Website

radio.gov.pk

Android Mobile App

play.google.com/store/apps/details?id=pk.gov.radio.pbc&pli=1

iPhone App

apps.apple.com/pk/app/radio-pakistan-official/id1481232184

YouTube

youtube.com/@FM101PBC

ایف ایم ۱۰۱ کراچی کی 26 ویں سالگرہ

تحریر: ناہید ضمیر

عمدہ، معیاری اور بہترین براڈ کاسٹ کی بات کریں تو ایف ایم ریڈیو سے بڑھ کر ذریعہ ابلاغ نہیں ہے۔ ریڈیو پاکستان نے جزوی طور پر ایف ایم نشریات کا آغاز بہت عرصے پہلے ہی کر دیا تھا لیکن باقاعدہ طور پر ایک خاص فریکوئنسی پر ایک چینل کی حیثیت سے پروگرامنگ کا آغاز اُس وقت ہو گیا تھا جب دنیا اکیسویں صدی میں باقاعدہ قدم رکھ رہی تھی۔ اُس وقت کے ڈائریکٹر جنرل انور محمود نے وقت کی نزاکت کو محسوس کیا اور یکم اکتوبر 1998ء کو ایف ایم کی دنیا میں ایک تاریخ رقم کر دی جب پی بی سی کی جانب سے بیک وقت تین ایف ایم چینل ۱۰۱ کی فریکوئنسی پر لسنرز کی تال کے ساتھ ہم آہنگ ہوئے۔

ایف ایم ۱۰۱ اسلام آباد، ایف ایم ۱۰۱ لاہور اور ایف ۱۰۱ کراچی یہ تینوں چینل 1998ء میں ایک ساتھ شروع ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ تینوں ایک ساتھ اپنی سالگرہ کا دن مناتے ہیں اور اِس بار 26 ویں سالگرہ منا رہے ہیں۔ ایف ایم ۱۰۱ پاکستان کا سب سے بڑا ایف ایم نیٹ ورک۔ تفریح تہذیب کے ساتھ، انفارمیشن تصدیق کے ساتھ ایف ایم ۱۰۱ کا خاصہ ہے۔

اب تذکرہ ہو جائے ایف ایم ۱۰۱ کراچی کا۔ ایف ایم ۱۰۱ کراچی کی نشریات کی ذمہ داریاں مختلف ادوار میں مختلف شخصیات نے نجام دی ہیں۔ نثار میمن، محمد نقی، اقبال عظیم فریدی، معین دانش، محمد اکرام رانا، حسن کاظمی، نور اللہ بھگیو، نصیر احمد سومرو، بشریٰ نور خواجہ، نصیر بیگ مرزا، شگفتہ آفتاب اور فرحان عباس ہاشمی، محمد تسلیم لنگا، محمد اسماعیل بلوچ، الٰہی بخش راجپر، گل حسن قریشی، تنویر اقبال، خلیل چنا، جاوید باجوہ اور منظور کامران سربراہی کر چکے ہیں۔ اب اِس وقت کے اسٹیشن ڈائریکٹر محبوب سرور ہیں اور انچارج ایف ایم ۱۰۱ علی مراد ٹانوری ہیں اور سنیئر پروڈیوسر ناہید ضمیر اپنی ذمہ داریاں بخوبی نبھا رہے ہیں۔

ایف ایم ۱۰۱ اخلاقی روایات، ملی جذبات اور تفریحی لمحات کو مہذب انداز سے پیش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایف ایم ۱۰۱ کو فیملی چینل کہا جاتا ہے۔

پاکستان براڈکاسٹنگ کارپوریشن ملتان

FM101 ملتان کی سالگرہ

سدرہ احمد

یکم اکتوبر 2010ء ایف ایم 101 ریڈیو پاکستان ملتان کی سالگرہ کا دن ہے۔ اِس دن کی تاریخی حیثیت خطہ وسیب کے لوگوں کیلئے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ یہ چینل اپنی طرزِ نشریات کے سبب ہر عمر کے لوگوں بالخصوص نوجوان نسل کا پسندیدہ ہے۔ اپنی روایتی اقدار، فن وادب، دلچسپ معلومات اور تہذیب وتمدن کے تمام رنگ لئے یہ چینل فیملی چینل کے طور پر بھی جانا جاتا ہے۔ ایف ایم 101 ملتان کا یہ چینل ریڈیو پاکستان کے معتبر نام سے جڑا ہوا ہے جس سے اِس پر کام کرنے والے تمام میزبان تربیت یافتہ ہونے کے ساتھ ساتھ فن وادب کے ساتھ منسلک ہیں اور پروگراموں میں تہذیب اور معلومات کا منفرد رنگ اُن کے مطالعہ سے جھلکتا محسوس ہوتا ہے جو اسے دوسرے چینلز سے ممتاز حیثیت اور رنگ عطا کرتا ہے۔

ایف ایم 101 ملتان کا چینل جدید اور تیز تر دنیا کے تقاضوں کو نہایت بہترین طریقے سے پورا کر رہا ہے۔ صبح سے شام تک مختلف پروگراموں میں فن، ادب، کھیل، طب اور مختلف شعبہ جات میں بہترین خدمات سرانجام دینے والے نامور اور معروف شخصیات کو مدعو کیا جاتا ہے اور سامعین کی براہ راست کالز کے ذریعے ہوا کے دوش پر رابطوں کو مزید مربوط اور مضبوط بنا دیا جاتا ہے جس سے عوام اور FM101 ریڈیو پر فنکاروں کے دل کی مدھر دھڑکنیں ایک ہی فریکوئینسی پر آجاتی ہیں اور وسیب کا کلچر مزید خوبصورتی اختیار کر لیتا ہے۔

14 سالہ اس سفر میں عوام کی اِس چینل سے محبت اور افادیت بہت مستحکم ہو گئی ہے۔ سوشل میڈیا، لائیو کالز اور میسجز اِس بات کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ ہر گزرتے دن کے ساتھ ایف ایم 101 ملتان کے معیار کو بہتر بناتا ہے یہاں کے ڈپٹی کنٹرولر اور پروڈیوسرز کی دن رات کی محنت اور ریسرچ کی وجہ سے ممکن ہوا ہے۔

اہم قومی اور بین الاقوامی نشریات، ملکی تہوار، مذہبی اور معاشرتی نوعیت کے اہم امور بھی ٹرانسمیشن کا لازمی جز و رہتے ہیں۔ ایف ایم 101 ملتان کے سامعین خود اِس بات کے معترف ہیں کہ ہمیں ہمیشہ بروقت، درست اور مستند خبر اسی چینل سے موصول ہوتی ہیں جو خبر اور معلومات کی دنیا کا سب سے لازمی تقاضا ہے۔ اِس کے علاوہ موسیقی کے شائقین کیلئے یہ چینل ایک مستقل تفریح کا بہترین اور بھرپور ذریعہ ہے۔ پاکستانی میڈیا انڈسٹری سے تعلق رکھنے والے نئے پرانے سدابہار گیت اسی چینل پر ہی سننے کو مل سکتے ہیں جو کسی اور چینل کی دسترس سے باہر ہیں۔ ایسے سدابہار اور رسیلے گیت سامعین کو باندھے رکھتے ہیں اور لاکھوں موصول ہونے والے فرمائشی گیت بھی فوراً نشر ہونا ترجیحات میں شامل رکھا جاتا ہے۔ ایف ایم 101 ملتان کے اسٹیشن ڈائریکٹر جناب سہیل سرور الٰہی، ڈپٹی کنٹرولر جعفر بلوچ اور سینئر پروڈیوسر مرزا اطہر لطیف کے دن رات کی محنت شاقہ اور سکرپٹ پر ریسرچ کی بدولت Content نہایت بروقت، جدید، معلوماتی اور تفریح سے بھرپور ہوتا ہے جس سے سامعین دورانِ سفر، گھر پر، باہر اور دیگر اوقات میں مسلسل جڑے رہتے ہیں جو کہ نہایت خوش آئند ہے۔

صبح سے رات اِس ٹرانسمیشن میں ہر پروگرام دوسرے سے جدا اور منفرد ہے جو ہر طبقۂ فکر کے لوگوں کی مناسبت سے تیار کیا جاتا ہے۔ ریڈیو ہر دور کی ضرورت رہی ہے اور اِس کے عصری تقاضوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ ایف ایم 101 ملتان اسٹیشن کے آئندہ آنے والے سال مزید روشن اور تابناک مستقبل لئے ہوئے ہیں اور ہم سب اِس کی ترقی اور سلامتی کیلئے دعا گو ہیں۔

☆☆☆☆

ہم تم کو نہیں بھولے

تحریر: بینا صدیقی

شاکرہ صدیقی۔۔۔۔ ریڈیو پاکستان کی نامور آواز۔۔۔ ایک حوالہ، ایک شخصیت۔۔ صداکارہ، اداکارہ۔۔ گوکہ اب یہ آواز ہمارے درمیان نہیں رہی مگر جب بھی کبھی کہیں اُن کا نام لیا جائے گا، یہ آواز ہماری یادوں میں ہمارے ساتھ ساتھ رہے گی۔ ہمیشہ گونجتی رہے گی اپنی بے مثال یادوں کے ساتھ۔۔۔

اُن کی آواز کا سفر ریڈیو پاکستان کراچی سے بچوں کے پروگرام سے شروع ہوا۔ وقت کا دھارا آگے بڑھتا رہا اور یوں یہ آواز، یہ نام ریڈیو، ٹیلی ویژن اور اسٹیج کا ایک بڑا نام بن گیا۔ اپنی تعلیم پشاور سے حاصل کی۔ پشاور میں شادی ہوئی اور آواز کا یہ سفر ریڈیو پاکستان کراچی سے ریڈیو پاکستان پشاور تک پہنچ گیا۔ اپنی باقاعدہ فنی زندگی کا آغاز ریڈیو پاکستان پشاور سے کیا۔

ستمبر کا مہینہ تھا سال 1965ء۔ پاک بھارت جنگ ختم ہوئی تو اُس کے فوراً بعد ریڈیو پاکستان نے اپنے تمام اسٹیشنوں سے وطن پاک کے جیالے فوجی بھائیوں کے لیے پروگرام شروع کیے۔ ریڈیو پاکستان پشاور کے پروگرام "مجاہد " کی پہلی میزبانی کے فرائض اُنہیں سونپے گئے۔ یوں ہر شام ساڑھے پانچ بجے یہ جملہ فضاؤں میں گونجتا "پاک وطن کے جیالے اور نڈر فوجی بھائیوں کی خدمت میں شاکرہ سلام عرض کرتی ہے..."

یہ آواز پورے جوش اور ولولے کے ساتھ 21 سال وطن کے پاسبانوں سے مخاطب رہی۔ پروگرام ''مجاہد'' کے علاوہ بچوں کے پروگرام، خواتین کے لیے خصوصی پروگرام، ڈرامہ، اناؤنسمنٹ، خبریں، تبصرے پڑھنا غرض کہ نشریات کی دنیا کا کوئی شعبہ خالی نہیں چھوڑا۔ 1971ء کی پاک بھارت جنگ کے دوران ریڈیو پاکستان پشاور میں اُنہوں نے دن رات کام کیا۔ بلیک آؤٹ کے دوران جونہی خطرے کا سائرن بجتا تو میڈیم ویو ٹرانسمیٹر بند کر دیا جاتا، شارٹ ویوز پر پروگرام جاری رہتے۔ اِس بات سے قطع نظر کہ کسی بھی لمحہ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ بلاخوف وخطر اسٹوڈیوز میں بیٹھ کر شارٹ ویو پر نشر ہونے والی اہم خبریں نوٹ کرتیں اور یوں تمام سننے والوں کو تازہ ترین صورتحال سے باخبر رکھتیں۔ وطنِ پاک پر جب بھی کوئی مشکل مرحلہ آیا تو ہر لمحہ اُس ایمرجنسی کے موقع پر ریڈیو پاکستان کے مائیکروفون پہ اُن کی آواز سنائی دیتی رہی۔ 1970-71ء میں اسٹیج ڈرامہ "بڑا صاحب" کیا جسے تحریر کیا تھا آغا بابر صاحب نے۔ اِس ڈرامے کو پاکستان پلے گروپ کی جانب سے سال کا بہترین ڈرامہ اور شاکرہ صدیقی کو بہترین اسٹیج اداکارہ کا ایوارڈ دیا گیا۔ یکم جنوری 1988ء کو اُس وقت کے ڈائریکٹر جنرل جناب سلیم گیلانی صاحب نے اُن کا تبادلہ پشاور ریڈیو سے اسلام آباد کیا۔ یہاں اُن کو ورلڈ سروس کی نشریات کی ذمہ داری سونپ دی گئی۔ سمندر پار مقیم پاکستانیوں کے لیے نشر ہونے والے پروگراموں میں کئی یادگار پروگرام شامل رہے۔ اِس کے علاوہ مشرقِ وسطی گولف وار میں ہونے والی جنگ کے دوران دونوں مرتبہ سمندر پار پاکستانیوں کے عزیز و اقارب کے حالات سے بھی لمحہ بہ لمحہ آگاہ کرتی رہیں۔ اِس دوران ہزاروں کی تعداد میں خطوط موصول ہوتے تھے جنہیں وہ صبح، دوپہر، شام اور رات اپنے پروگرامز میں اُن کے پیغامات پہنچانے میں دیر نہیں کرتی تھیں۔ جہاں اُنہوں نے جنگی حالات میں اپنے فرائض انجام دیئے تقریباً 12 سال تک ورلڈ سروس سے مسلسل حجاجِ کرام کے لیے حج سروس بھی کرتی رہیں اور اِس کے علاوہ گیتوں بھری کہانی خود لکھتی اور پیش کرتی رہیں۔ دوسرے کئی پروگراموں کے علاوہ ایک یادگار پروگرام " تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو " کے عنوان سے

موسیقی کا پروگرام پیش کرتی رہیں جس میں برصغیر پاک و ہند کے اُن باکمال گلوکاروں کے نغمے جو کمالِ فن کے ترجمان ہیں، جو ہمارا ثقافتی ورثہ ہیں، تعارف کے ساتھ ترتیب دے کر 30 منٹ کے دورانیے کا پروگرام ہر ہفتہ پیش کرتی رہیں۔ تقریباً تین سال تک یہ پروگرام جاری رہا اور سننے والوں میں بے حد مقبول رہا۔

یہ ریڈیو پاکستان کی تربیت کا کمال تھا آپ لندن جاتیں تو بی بی سی لندن سے اُردو سروس کے لیے بھی کام کرتی رہیں ۔ 2000ء میں ریڈیو پاکستان نے انہیں لائف ٹائم اچیومنٹ ایوارڈ سے بھی نوازا۔ 17 جنوری 2001ء میں ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ریڈیو پاکستان اسلام آباد ورلڈ سروس سے منسلک رہیں۔ شاکرہ صدیقی مرحوم کو یہ کمال بھی حاصل رہا کہ اپنی ملازمت کے دوران اُنہوں نے ریڈیو پاکستان کی اکیڈمی میں نئی نسل کے نوجوانوں کو ریڈیو پہ بولنے کی تربیت دی۔ آواز کے اُتار چڑھاؤ اور سکرپٹ رائٹنگ کے حوالے سے لیکچر بھی دیئے۔ نئے آنے والوں کی حوصلہ افزائی کی اور آج بھی اُسی تربیت سے مستفید ہونے والے کئی افراد ریڈیو میں موجود بہترین پوزیشن پر کام کر رہے ہیں اور اُنہیں اپنا اُستاد مانتے ہیں۔

شاکرہ صدیقی نے اپنی ملازمت کے دوران کئی اہم شخصیات کے ساتھ کام کیا جنہیں وہ اپنا اُستاد مانتی رہیں۔ اُن میں ریڈیو کے جناب حمید اصغر، سید مشتاق حسین، جناب عزیز الرحمٰن اور یوسف بنگش، عمر ناصر اور نواب علی یوسف زئی کے علاوہ کئی اہم نام شامل ہیں۔ اُن کے ساتھ کام کرنے والوں میں طارق عزیز، قریش پور، ابراہیم نفیس، ضیام محی الدین شامل رہے۔

17 جنوری 1941ء کو دنیا میں آنکھ کھولنے والی یہ شخصیت، یہ آواز اپنے ساتھ کئی یادوں کو لیے 22 جولائی 2024ء کو اِس دنیا سے رخصت ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ اُن کے درجات بلند کریں۔ آمین۔ ہماری یادوں میں وہ ہمیشہ آباد رہیں گی۔

شاکرہ صدیقی کی پانچ بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بیٹیوں کے نام بینا، نغمہ، شمسہ، تہمینہ اور حنا صدیقی ہیں۔ بیٹا محمد اشعر خان جو کہ ایک غیر ملکی ایئر لائن سے وابستہ ہے۔ اُنھوں نے اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم و تربیت دی اور اُن کے تمام بچے بیرونِ ملک اور پاکستان میں اعلیٰ عہدوں پر فائز ہیں۔ اِس کے علاوہ شوبز کی دنیا میں بینا، شمسہ اور حنا صدیقی نے بھی خوب نام کمایا۔

رشیدہ بیگم

پاکستانی قومی ترانے کی پہلی خاتون فنکارہ جو رحلت فرما گئیں

ابصار احمد (محقق و آرکائیوسٹ)

انتہائی افسوس کے ساتھ اطلاع دی جاتی ہے کہ یکم ستمبر 2024ء کو پاکستانی قومی ترانے میں شامل آواز اور ریڈیو پاکستان کراچی کی نامور فنکارہ رشیدہ بیگم خالقِ حقیقی سے جا ملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

رشیدہ بیگم جن کا تعلق گوالیار سے تھا 27 مئی 1952ء کو ریڈیو پاکستان کراچی کا حصہ بنیں جہاں بقول جمیل زبیری کہ وہ ریڈیو پاکستان کراچی کی اوّلین مستقل خاتون فنکارہ تھیں جو کلاسیکل گانے میں بھی ملکہ رکھتی تھیں۔ انھوں نے ریڈیو پاکستان کراچی کے لیے بے شمار گیت، غزلوں اور کلاسیکل آئٹمز کے ساتھ ساتھ حمدیہ اور نعتیہ کلام اور ملی نغمے بھی پڑھے۔

رشیدہ بیگم کے لیے سب سے بڑا اعزاز اُن گیارہ فنکاروں میں شمولیت ہے جنھوں نے 1954ء میں پاکستان کا قومی ترانہ ریکارڈ کروایا۔ رشیدہ بیگم کو یہ بھی اعزاز حاصل ہے کہ اُن کی آواز میں ایس بی جون کے ساتھ نغمہ "پاک وطن البیلا ہم کو ہے پیارا" ریڈیو پاکستان کراچی کا محفوظ ہونے والا اوّلین نغمہ بھی ہے۔ جنگِ ستمبر سے قبل انھوں نے قائدِ اعظمؒ کے حضور اپنی آواز کے نذرانے بھی پیش کیے جن میں حمایت علی شاعر کا تحریر کردہ نغمہ "اے قائداعظم تو زندہ رہے گا" بہت مقبول ہوا۔ جنگِ ستمبر میں بھی وہ آواز کے مورچے پر صف آرا تھیں جہاں انھوں نے کئی ملی نغمے گائے اور کورس میں بھی حصہ لیا۔ اُن کی آواز میں "مہک رہا ہے وفا کے گلوں سے صحنِ چمن" جنگ کے اختتامی زمانے کا مقبول ترین ملی نغمہ تھا جو ریڈیو پاکستان سے قومی نشریاتی رابطے پر چار ماہ تک روزانہ نشر ہوتا رہا۔ 1971ء کی جنگ اور جنگ کے بعد ٹرانسکرپشن سروس نے نئے نغمات بعنوان "روشنی کے گیت" تیار کیے تو اُن میں بھی رشیدہ بیگم کی آواز شامل تھی جن میں شمیم نوید کا تحریر کردہ "آیا نیا سویرا" اور سلیم گیلانی کا "ملک جیے گا ہم بھی جیئیں گے، زندہ رہیں گے" بہت مقبول ہوئے۔

1968ء میں رشیدہ بیگم معروف ریڈیو فنکار سید اقبال علی کی زوجیت میں آ گئی تھیں جن سے اللہ نے انھیں سہیل اقبال اور صدف و صائمہ اقبال جیسے فنکاروں کی دولت سے نوازا۔ صدف اور صائمہ اقبال کا شمار پاکستان ٹیلی ویژن، جنگلز اور ڈراما OSTs کے نامور فنکاروں میں ہوتا ہے۔ واضح رہے کہ رشیدہ بیگم قومی ترانہ پڑھنے والی اوّلین خاتون فنکارہ ہیں جو سفرِ آخرت پر روانہ ہوئی ہیں۔ وہ گزشتہ کچھ برسوں سے شدید علیل تھیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کی اگلی تمام منازل آسان کرے اور پسماندگان کو صبرِ جمیل کی دولت سے نوازے۔ آمین

نیر سلطانہ

نیر سلطانہ اداکارہ، علی گڑھ کے ایک روایتی معزز گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ اُن کے والد ڈپٹی سپریٹنڈنٹ پولیس تھے۔ اُن کا انتقال ہو چکا تھا اور والدہ نے تربیت بہت اچھے مشرقی انداز میں کی تھی۔

اُن کی پہلی فلم ''قاتل'' تھی جو انور کمال پاشاہ نے پیش کی تھی۔ اُس وقت اُن کی عمر صرف چودہ سال کی تھی۔ پہلی فلم جس میں بطور ہیروئن کا کام کیا ''انتخاب (1955ء) تھی لیکن فلم ناکام رہی۔ 1956ء میں ریلیز ہونے والی فلم ''سات لاکھ'' میں ہیروئن صبیحہ خانم کے ساتھ معاون اداکارہ کی حیثیت سے کام کیا اور بہترین نگار ایوارڈ حاصل کیا۔ معاون اداکارہ یا سائیڈ ہیروئن کی حیثیت میں وہ تادیر آتی رہیں۔ اِس حیثیت میں اُن کی معروف فلمیں یہ ہیں: سردار، آدمی، رہگزر، ایاز، خیبر میل۔

ڈائریکٹر ایس ایم یوسف کی فلم 'سہیلی (1960ء) میں وہ بطور ہیروئن نمودار ہوئیں اور اپنی سہیلی شمیم آرا کے ساتھ بہترین اداکاری کا مظاہرہ کر کے ملک گیر شہرت بھی حاصل کی۔ ایک بہترین اداکارہ کا نگار ایوارڈ بھی نیر سلطانہ نے حاصل کیا۔ پھر تو یکے بعد دیگرے اُن کی بہت فلمیں آئیں۔ ''ثریا، ماں کے آنسو، مہتاب، گھونگھٹ، برسات میں، عورت ایک کہانی، باجی۔''

طیبہ خاتون عرف نیر سلطانہ کی شادی جب سید عشرت عباس عرف درپن سے ہوگئی تو کئی برس تک وہ فلمی دنیا سے غائب رہیں اور بچوں کی تعلیم و تربیت پر زیادہ توجہ دی۔ شوہر کی وفات کے بعد اُن کی ریکروٹنگ ایجنسی کے کاروبار کو سنبھال لیا۔ کافی عرصے کے بعد 1958ء میں اپنی فلم ''ایک مسافر ایک حسینہ'' بنائی جو کامیاب رہی۔ قدرتی المیہ اداکاری میں اُن کا پاکستانی اسکرین پر ثانی نہیں تھا۔ فلم ''امراؤ جان ادا'' میں اُن کا فن اپنے نقطۂ عروج پر نظر آتا ہے۔

27 اکتوبر 1992ء کو کراچی میں وفات پائی۔ انہوں نے کوئی سو سے زیادہ فلموں میں کام کیا اور بیشتر میں کریکٹر رول کیے۔ زیادہ معروف یہ ہیں: ''میری بھابھی، سزا، عظمت، نشان، پیاسا، دو بدن، سماج، دل لگی، پھول میرے گلشن کا، دیدار، شرافت، بن بادل برسات، تیرے میرے سپنے، محبت زندگی ہے، ایک گناہ اور سہی، پہچان، تلاش، سوسائٹی گرل، آئینہ۔

خواجہ خورشید انور

(کلاسیکی راگوں کے عظیم میوزک کمپوزر)

ڈاکٹر امجد پرویز

کلاسیکی موسیقی کو محفوظ کرنے کے حوالہ سے خواجہ خورشید انور کی خدمات بہت اہم ہیں۔ اِس سلسلہ میں آڈیو کیسٹ کی سیریز بعنوان "راگ مالا" جو دس ٹیپس پر مشتمل ہے، ایک اہم کارنامہ ہے جن کی ہر سائیڈ تقریباً بیس منٹ کے دورانیہ پر مشتمل ہے۔ اِن کیسٹوں کا مجموعی دورانیہ ساڑھے چھ گھنٹے ہے جن میں نوے راگ جمع کر دیے گئے ہیں۔ یہ سارے راگ برصغیر پاک و ہند کے مختلف نمایاں اور نامور موسیقار گھرانوں، مکاتبِ فکر سے تعلق رکھنے والے کلاکاروں نے پیش کیے ہیں۔ ہر حصے میں راگ سے پہلے اس کی مختلف خصوصیات بھی مختصراً بیان کی گئی ہیں۔ کیسٹوں کا یہ سیٹ EMI پاکستان اور PNCA کے اشتراک سے جاری کیا گیا تھا۔

خواجہ صاحب کی فنی مہارت کے بارے میں ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ اکثر بہت سادہ اور روایتی طریقے سے اپنی دُھن تخلیق کیا کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے خیام کیا کرتے تھے۔ خاص طور پر ضیا سرحدی کی فلم 'فٹ پاتھ' کا گیت جو عظیم اداکار دلیپ کمار پر فلمایا گیا تھا، وہ گیت تھا ''شامِ غم کی قسم'' (گلوکار طلعت محمود)۔ خواجہ صاحب بھی ماچس پر اپنی انگلیاں چلاتے ہوئے دُھن کے بارے میں سوچتے ہوئے آخر کار ایک خوبصورت دُھن تیار کر لیتے تھے۔ دُھن بنانے کا یہ طرزِ عمل یہیں ختم نہیں ہو جاتا۔ اس عمل کے بعد وہ اُستاد ناظم علی خان سارنگی نواز کو بلاتے اور انہیں یہ دُھن یاد کروا دیتے۔ موسیقی کا ذوق رکھنے والے اس بات سے بخوبی آگاہ ہوں گے کہ جب خواجہ صاحب اِس عمل سے مطمئن ہو جاتے تھے تب وہ ناظم علی خان اور تال میں مہارت رکھنے والے (Rythm Player) کے ساتھ خود شامل رہتے ہوئے گیت کی تخلیق کرتے۔ یہ عمل کچھ دنوں تک جاری رہتا یہاں تک کہ دُھن کی حتمی صورت بن جانے کے بعد مکمل آرکسٹرا کے ساتھ اُس کی ریہرسل کی جاتی تھی۔ اِس کے بعد اسٹوڈیو میں حتمی ریکارڈنگ سے پہلے گلوکار کو متعدد بار گیت کی ریہرسل کروائی جاتی تھی۔ فنی طور پر بالکل درست اور بہتر سے بہتر کی جستجو کی خاطر اپنے اِس طویل اور انتھک طریقہ کار کی بدولت خواجہ صاحب نے کئی سینئر موسیقاروں اور گلوکاروں کو ناراض بھی کر لیا۔ وہ لوگ تو اپنے آرام کی خاطر جلدی جلدی اپنا کام نپٹانے کے عادی تھے۔ خواجہ صاحب اپنے طریقہ کار کے لیے درکار وقت لینے پر اصرار کیا کرتے تھے۔ اسی وجہ سے لوگ انہیں کاملیت پسند کہا کرتے تھے۔ اُن کی شخصیت کے روپ اور عزت واحترام کی وجہ سے کوئی شخص اُن کی حکم عدولی نہیں کر سکتا تھا۔

وہ اپنے عہد کے سب سے زیادہ اصلی کام کرنے والے اختراعی اور تخلیقی میوزک ڈائریکٹر تسلیم کیے جاتے تھے۔ اُن کی ذاتی اور نجی زندگی کا جہاں تک تعلق ہے وہ 21 مارچ 1912ء میں میانوالی پاکستان میں پیدا ہوئے جہاں اُن کے نانا خان بہادر ڈاکٹر شیخ عطا محمد سول سرجن کے عہدہ پر فائز تھے۔ خواجہ صاحب کے والد خواجہ فیروز الدین احمد لاہور کے ایک معروف بیرسٹر تھے۔ ایک ماہر جیورسٹ موسیقی کا اعلیٰ ذوق رکھتے تھے اور موسیقی سے اِس قدر محبت تھی کہ انڈین کلاسیکی اور نیم کلاسیکی موسیقی کے گراموفون ریکارڈز کا ایک بڑا ذخیرہ انہوں نے جمع کر رکھا تھا اور اُن کا بیٹا جو ذہنی طور پر اپنی عمر سے آگے تھا، اُسے بلا رکاوٹ اُن گراموفون ریکارڈز تک رسائی حاصل تھی۔ اِس کے علاوہ اِس قانون دان کی رہائش گاہ پر ہفتہ وار موسیقی کی محفل شب منعقد ہوا کرتی تھی جس میں موسیقی کے معروف اور نامور فنکار، گلوکار اپنی فنی مہارت کے جوہر دکھایا کرتے تھے۔ موسیقی کی انہی محفلوں کی بدولت نوجوان خورشید انور میں کلاسیکی موسیقی کا ذوق وشوق پید ہوا۔ نوجوان خورشید انور کا موسیقی میں گہرا ذوق اور شوق دیکھ کر 1934ء میں خان صاحب توکّل حسین نے انہیں اپنی شاگردی میں لے لیا۔ خواجہ خورشید انور ایشیاء کی اعلیٰ ترین معروف درسگاہ گورنمنٹ کالج لاہور کے ایک ذہین طالب علم تھے جہاں سے انہوں نے 1935ء میں اوّل پوزیشن کے ساتھ ایم اے فلسفہ کا امتحان پاس کیا۔ اِس کے بعد انہوں نے انڈین سول سروس ICS کا امتحان دیا لیکن اُن کی سیاسی اور راج مخالف سرگرمیوں کی وجہ سے انہیں نو آبادیاتی آقاؤں کی ملازمت سے محروم کر دیا گیا۔

خواجہ خورشید انور نے آڈیو البم ''گھرانوں کی گائیکی' اور 'راگ مالا'' کی صورت میں کلاسیکی راگوں کی موسیقی کی تاریخ کو محفوظ کر لیا تھا۔ یہ آڈیو البم HMV کے تعاون سے تیار ہوئے تھے جو کہ برصغیر کی کلاسیکی موسیقی کا عالمی لائبریری کے لیے ایک نایاب اور قیمتی اثاثے کا اضافہ ہے۔ کلاسیکی موسیقی پر اُن کی فنی دسترس اور مہارت کے ساتھ ساتھ عظیم کلاکاروں، گلوکاروں کی آوازوں کا خوبصورت استعمال قابلِ صد تحسین ہے۔ اِن عظیم فنکاروں میں ملکۂ موسیقی روشن آرا بیگم، اُستاد نزاکت علی خان، اُستاد سلامت علی خان، اُستاد امانت علی خان، اُستاد فتح علی خان کا جوڑا، بہ اشتراک نوجوان نسل جن کا تعلق شام چوراسی گھرانے، پٹیالہ گھرانے اور دیگر موسیقار گھرانوں سے ہے۔ انہوں نے ہر راگ سے پہلے ٹھاٹھ اور اروہی، امروہی (اُتار چڑھاؤ) کی فنی طور پر تشریح کی۔ پی ٹی وی کے ایک پروگرام میں فاروق ضمیر نے خواجہ خورشید انور کا تعارف کرواتے ہوئے کہا تھا کہ اگرچہ انہوں نے (خواجہ خورشید انور نے) اپنے طویل فنی سفر میں بہت تھوڑی سی فلموں کے لیے میوزک دیا لیکن اگر اُن کے گیت گزرے ہوئے کل سے تعلق رکھتے ہیں تو وہ آج سے بھی تعلق رکھتے ہیں اور آنے والے کل سے بھی اُن کا تعلق ہوگا۔

(میلوڈی میکرز سے اقتباس)

(اساتذہ کا عالمی دن)

اچھا بچہ

رپورٹ: ایسیان بی بی بلوچ

پیارے بچو! یہ بات تو آپ بڑی اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ دنیا میں اَچھوں کی تعریف ہوتی ہے اور بُروں کو بُرا کہا جاتا ہے۔ اِسی لیے بُرے سے بُرا آدمی بھی یہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی اُسے بُرا کہے۔ پھر یہ بات بھی آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ ہم میں سے ہر ایک اِس بات کی کوشش کرتا ہے کہ لوگ اُس کی تعریف کریں۔ انسان کو چاہیئے کہ اپنے اندر کچھ ایسی خوبیاں پیدا کرے کہ دوسرے لوگ خود بخود اُس کی تعریف کریں۔

آپ میں سے ہر ایک بچہ اچھا کہلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اپنی تعریف سن کر آپ کو خوشی ہوتی ہے اور خوشی انسان کی صحت کے لیے بڑی مفید چیز ہے۔ اچھا بچہ بننے کے لیے جو خوبیاں آپ میں ہونی چاہیے اُن میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ آپ اپنے اُستاد کا احترام کریں اور یہ احترام اور عزت ہر وقت ہو۔ اُستاد سامنے ہو تو بھی اور سامنے نہ ہو تو بھی۔ دونوں صورتوں میں اُس کا احترام کرنا اچھے بچوں کی نشانی ہے۔ احترام سے یہ مراد نہیں کہ آپ زبانی اپنے اُستاد کی تعریف کریں بلکہ اِس کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اُستاد کہے اُس پر عمل کریں۔ وہ کام نہ کریں جس کے بارے میں آپ کو خیال ہو کہ اُستاد اِس پر ناراض ہوں گے یا اسے پسند نہیں کریں گے۔ بالکل ایسے ہی جیسے آپ اپنے والدین کے کہے پر عمل کرتے ہیں۔ اگر آپ کے ابا یہ کہیں کہ بیٹا آئس کریم نہ کھانا تمہارا گلا خراب ہے تو آپ آئس کریم نہیں کھاتے چاہے آپ کے ابا موجود ہوں یا نہ ہوں۔ اِس طرح جب آپ کے اُستاد آپ سے کچھ کام کرنے کے لیے کہیں تو اچھے بچوں کی طرح آپ وہ کام کرتے ہیں اور اِس خیال سے کرتے ہیں کہ اُستاد ناراض نہ ہو۔ اسے احترام کہتے ہیں۔

جب آپ میں اُستاد کا احترام کرنے کی عادت پڑ جائے تو پھر بڑے ہو کر آپ میں وہ خوبی پیدا ہو جائے گی جو مسلمان کی سب سے بڑی نشانی ہے اور جسے قران مجید تقویٰ کہتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ آپ خدا اور اُس کے آخری پیغمبر ﷺ کے احکام پر عمل کریں اور اِس خیال سے کریں کہ وہ ایسا کرنے سے آپ سے راضی ہو جائیں گے اور اگر آپ نے ان پر عمل نہ کیا تو وہ ناراض ہو جائیں گے۔

اُستاد کا احترام کرنے سے فائدہ آپ ہی کو پہنچتا ہے اور اُس کے کہے پر عمل نہ کرنے سے

نقصان بھی آپ ہی

کو پہنچے گا۔ جب آپ اُستاد کے کہے پر چل کر اپنا کام وقت پر کرتے ہیں اور اچھے بچے کہلاتے ہیں۔ امتحان میں اچھے نمبروں سے پاس ہوتے ہیں، سب لوگ آپ کی تعریف کرتے ہیں تو اُستاد کو کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہوتا۔ اسے تو صرف خوشی ہوتی ہے کہ اُس کے شاگرد کی لوگ تعریف کرتے ہیں۔ پھر ایک بات اور بھی سوچنے کی ہے کہ انسان تو انسان جانور بھی اُس کا شکر ادا کرتا ہے جو اسے فائدہ پہنچائے۔ جب آپ جانوروں سے اچھا سلوک کریں تو وہ آپ سے مانوس ہو جاتے ہیں اور آپ کے بلانے پر فوراً چلے آتے ہیں اور یوں اِس طریقہ سے آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ انسان تو جانوروں سے درجے میں بہت بلند ہے۔ اِس لیے اچھا سلوک کرنے والے کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہو جاتا ہے۔ وہ لوگ جو ایسا نہیں کرتے ناشکرے کہلاتے ہیں۔

اُستاد ہمیں وہ کچھ دیتا ہے جو ماں باپ نہیں دیتے۔ اُستاد ہمیں ایک اچھا انسان بناتا ہے اور اُس کی محنت کی وجہ سے لوگ ہماری تعریف کرتے ہیں تو پھر ہمارا بھی فرض بنتا ہے کہ ہم اپنے اُستاد کا شکریہ ادا کریں اور اُستاد کا شکریہ ادا کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اُس کی باتوں پر عمل کیا جائے اور کوئی بات ایسی نہ کی جائے جس کے کرنے سے لوگ کہیں کہ ہمیں اچھا اُستاد نہیں ملا۔ ذرا سوچیں تو اگر کوئی شخص آپ کو بے اُستاد کہے تو آپ کس قدر بُرا مانیں گے۔ اسی لیے اچھے بچے اپنے اُستاد کا احترام کرتے ہوئے اُس کی باتوں پر پوری طرح عمل کرتے ہیں اور اُسے خوش ہونے کا موقع دے کر اُس کا شکریہ ادا کرتے ہیں۔

حضرت علی کرمؓ نے ایک مرتبہ یہ فرمایا تھا کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا، اُس نے ساری عمر کے لیے مجھے اپنا غلام بنا لیا۔ حضرت علی کرمؓ کی اِس بات میں یہ چیز چھُپی ہوئی ہے کہ غلام کا کام تو اپنے آقا کی مرضی کے مطابق کام کرنا ہے اور وہ غلام جو اپنے آقا کی نافرمانی کرتا ہے اُسے برا کہا جائے گا۔ اچھے بچے اسی لیے اپنے اُستاد کا احترام کرتے ہیں۔ اُس کے کہے پر عمل کرتے ہیں اُس کے سامنے بھی اور اُس کی غیر حاضری میں بھی۔

(آہنگ 1990ء)

PAKISTAN BROADCASTING CORPORATION, PROCUREMENT CELL, HEADQUARTERS ISLAMABAD

CORRIGENDUM (EXTENSION IN DATE)

For Supply, Installation, Testing & Commissioning of 100 KW Medium Wave Digital Transmitter along with allied accessories & equipment for PSDP project Titled **"Rehabilitation of Medium Wave Services from Khairpur" (REPLACEMENT OF 100 KW MEDIUM WAVE TRANSMITTER)** under **Tender Inquiry No. ENG/PROC-4(256-A1)/24**

Refer to advertisement of above cited tender Notice (Invitation to e-bid), published in daily newspapers & PPRA websites on 08-09-2024. Last date for Electronic bid submission and opening was 08-10-2024.

The last date for E-submission of bids and opening has been extended as detailed below:

Events	E-Submission & Opening of E-Bids
E-Submission of bid cut-off date &time	29-10-2024 (Tuesday) at 02:00 pm
Electronic Bids Opening date &time	29-10-2024 (Tuesday) at 02:30 pm

Muhammad Rafiq, Controller (Procurement Cell)
Room No. 214. 2nd Floor, PBC, HQs, G-5, Islamabad
E-mail: controller.proc@gmail.com Phone: **051-9215824**

PID(I)# 2441/24

PAKISTAN BROADCASTING CORPORATION, PROCUREMENT CELL, HEADQUARTERS ISLAMABAD

CORRIGENDUM (EXTENSION NOTICE)

Supply, Installation, Commissioning & Testing of 3-KW Digital FM Transmitters at 29 different sites under PSDP PROJECT Titled **"ESTABLISHMENT OF SAUTUL QURAN FM NETWORK PHASE-III"** against Tender Inquiry No. ENG/PROC-4(261)/24

Refer to advertisement for above cited tender(Invitation to e-bid) published in daily newspapers, PBC & PPRA's EPADS portal on **12-09-2024**. Last date of electronic bid submission and opening was**15-10-2024.**

The last date for E-submission of bids and opening has been extended as detailed below:

Events	e-Submission & Opening of e-Bids
e-bids submission cut-off date & time	**31-10-2024 (Thursday) at 02:00 pm**
electronic Bids Opening date & time	**31-10-2024 (Thursday) at 02:30 pm**

Muhammad Rafiq, Controller (Procurement Cell)
Room No. 214. 2nd Floor, PBC, HQs, G-5, Islamabad, &
E-mail:controller.proc@gmail.com Phone: 051-9215824

PID (I) No.2509/24